خدام الدین

ہفت روزہ

لاہور پاکستان

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

ایڈیٹر
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک

سالانہ — ۱۸ روپے
ششماہی — ۱۰ روپے
سہ ماہی — ۵ روپے

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۹ — شمارہ نمبر ۷

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ ۱۳ جولائی ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

شیرانوالہ دروازہ لاہور — فون نمبر: ۶۷۵۴۵

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیرِ سورۂ فاتحہ

مرسلہ: عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝
عبادت کے اصلی معنی عربی لغت میں انتہائی خضوع اور انتہائی عاجزی و فروتنی کے اظہار کے ہیں لیکن قرآن میں یہ لفظ اس خضوع و خشوع کی تعبیر کے لیے خاص ہو گیا ہے۔ جو بندہ اپنے خالق و مالک کے لیے ظاہر کرتا ہے پھر اطاعت کا مفہوم بھی اس لفظ کے لوازم میں داخل ہو گیا ہے کیونکہ یہ بات بالبداہت غلط معلوم ہوتی ہے کہ انسان جس ذات کو اپنے انتہائی خشوع و خضوع کا واحد مستحق سمجھے۔ زندگی کے معاملات میں اس کی اطاعت کو لازم نہ جانے۔ چنانچہ عبادت کی اس حقیقت کو قرآن مجید نے بعض جگہ کھول بھی دیا ہے۔ مثلاً اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۲-زمر "ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے حق کے ساتھ، تو اللہ ہی کی بندگی کرو۔ اسی کے لیے اطاعت کو خاص کرتے ہوئے"۔ عبادت کے ساتھ اطاعت کا یہ تعلق اس قدر گہرا ہے کہ بعض جگہ یہ لفظ صاف صاف اطاعت کے مفہوم ہی کے لیے استعمال ہو گیا ہے۔ مثلاً لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۶۰-یٰس (کہ شیطان کی اطاعت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)

اللہ تعالیٰ کا جو حق بندے پر ہے۔ اس آیت میں وہ بھی بیان ہو گیا ہے اور بندے کا جو حق خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کیا ہے وہ بھی اس میں بیان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق بندے پر یہ ہے۔ کہ بندہ تنہا اسی کی بندگی کرے اور اسی سے التجا کرے۔ بندے کا حق اس نے اپنے اوپر یہ بتایا ہے کہ وہ اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کی مدد فرماتا ہے آیت کے پہلے ٹکڑے میں بندہ اس حق کا اقرار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا اس کے اوپر ہے اور اس کے دوسرے ٹکڑے میں اس حق کے لیے درخواست پیش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر بندے کا بتایا ہے لیکن درخواست پیش کرنے کا انداز نہایت مؤدبانہ ہے۔ بندہ اپنے کسی حق کی طرف کوئی اشارہ کرنے کے بجائے صرف اپنی احتیاج، اپنے اعتماد اور اپنی تمنا کا اظہار کر دیتا ہے۔ کیونکہ بندے کے شایانِ شان یہی ہے۔ کہ وہ اپنے رب سے التجا اور درخواست کرے نہ کہ اس پر اپنا کوئی حق جتلائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ بغیر کسی استحقاق کے بندے کو سب کچھ بخشتا ہے اور پھر اس فضل و کرم کو بندہ کا حق قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس سورہ سے متعلق جو مشہور حدیث قدسی ہے۔ اس میں خاص اس ٹکڑے سے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں کہ جب بندہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے الفاظ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ٹکڑا میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ دیا جو اس نے مانگا۔

"ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں" کے الفاظ عام ہیں۔ اس وجہ سے یہ طلب مدد خاص عبادت کے معاملہ میں بھی ہو سکتی ہے اور زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی۔ عبادت میں بندہ خدا کی مدد کا محتاج، توفیق و رہنمائی اور ثبات و استقامت کے لیے ہوتا ہے کیونکہ عبادت بالخصوص جبکہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں خدا کی اطاعت پر بھی مشتمل ہو، ایک بڑی ہی آزمائش کی چیز ہے۔ اس میں ایسے سخت مقامات بھی آتے ہیں جہاں بڑے بڑوں کے پائے ثبات ڈگمگا جاتے ہیں۔

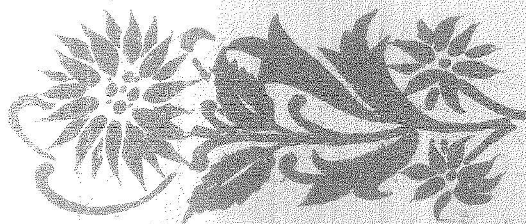
اس جملہ میں مفعول کی تقدیم نے حصر کا مضمون بھی پیدا کر دیا ہے۔ یعنی عبادت بھی صرف خدا ہی کی اور استعانت بھی تنہا اسی سے۔ اس حصر نے شرک کے تمام علائق کا یک قلم خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ اس اعتراف کے بعد بندہ کے پاس کسی غیر اللہ کو نہ کچھ دینے کو رہا اور نہ اس سے کچھ مانگنے کی گنجائش باقی رہی۔ اس کے بعد دوسروں سے بندے کے تعلق کی صرف وہی نوعیت جائز رہ گئی ہے جو خود اللہ تعالیٰ ہی نے قائم کر دی ہو۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ اِھْدِنَا کا مطلب صرف اسی قدر نہیں ہے کہ ہمیں سیدھا رستہ دکھا دے بلکہ اس کا مفہوم اس سے بہت زیادہ ہے۔ اس میں یہ مفہوم بھی ہے کہ اس راستہ کی صحت پر ہمارے دل مطمئن کر دے۔ اس پر چلنے کا ہمارے اندر ذوق و شوق پیدا کر دے۔ اس کی مشکلیں ہمارے لیے آسان کر دے اور اس پر چلا دینے کے بعد دوسری پگڈنڈیوں پر بھٹکنے سے ہمیں محفوظ رکھ۔

اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد وہ سیدھا راستہ ہے جو بندوں کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے کھولا ہے۔ جو دین اور دنیا دونوں کی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے جس پر چلنے کی دعوت نبیوں اور رسولوں نے دی ہے۔ جس پر ہمیشہ خدا کے نیک بندے چلے ہیں جو قریب تر اور سہل تر ہے۔ جس کے ادھر ادھر سے گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں نے بہت سی کج پیچ کی راہیں نکال لی ہیں لیکن وہ بجائے خود قائم ہے اور خدا تک پہنچنے والے ہمیشہ اسی پر چل کر خدا تک پہنچے ہیں۔ اسی سیدھے رستہ کو حضور نے ایک مرتبہ اس طرح سمجھایا کہ زمین پر ایک سیدھا خط کھینچا پھر اس کے دائیں بائیں آڑے ترچھے خطوط کھینچ دیے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا رستہ ہے اور یہ آڑے ترچھے خطوط پگڈنڈیاں ہیں اور ان میں سے ہر پگڈنڈی کی طرف کوئی نہ کوئی شیطان بلا رہا ہے

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ۝ آدمی جس چیز سے جتنا ہی گہرا لگاؤ رکھتا ہے اس کو اسی قدر وضاحت کے ساتھ خود بھی سمجھنا چاہتا اور دوسرے کو بھی سمجھانا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے صرف اتنے ہی پر بس نہیں کیا کہ ہمیں سیدھے رستہ کی ہدایت بخش بلکہ اس کی پوری وضاحت بھی کر دی ہے اور یہ وضاحت مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے ہے۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ یہ راستہ ان لوگوں کا ہو جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ اور منفی پہلو یہ ہے کہ جو نہ تو مغضوب ہوئے ہیں اور نہ گمراہ۔ اس وضاحت کے بعد مدعا اس طرح آئینہ ہو کر سامنے آگیا ہے کہ کسی اشتباہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے

اس ساری وضاحت کی ضرورت اس وجہ سے نہیں تھی کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو دعا و مدعا سمجھنے میں کوئی غلط فہمی پیش آنے کا اندیشہ تھا بلکہ صرف یہ ہے کہ طالب اپنے مطلوب حقیقی کی طلب کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے اپنی بیزاری کا اظہار بھی کر رہا ہے جنہوں نے اس محبوب مطلوب سے منہ موڑا یا اس سے بھٹک گئے۔ نیز اپنے لیے استقامت و استواری کا بھی طلبگار ہے کہ اس رستہ کو پا جانے کے بعد اس پر قائم رہنا نصیب ہو۔ ان لوگوں کا حشر نہ ہو، جن کو یہ رستہ ملا۔ لیکن وہ یا تو دیدہ و دانستہ اس سے منحرف ہو جانے کے سبب سے خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے یا اپنی بدعت پسندیوں کی وجہ سے اس کو پا کر اس سے محروم ہو گئے



خدام الدین

۱۱ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۹۳ ہجری
۱۳ر جولائی ، سنہ ۱۹۷۳ء عیسوی

جلد ۱۹ — شمارہ

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

قادیانیت اور صیہونیت کا گٹھ جوڑ

برصغیر کی دینی و سیاسی جماعت مجلس احرار اسلام نے ان فتنوں سے بہت پہلے خبردار کیا تھا

مکہ معظمہ کے روزنامہ " الندوۃ " نے مسئلہ قادیانیت پر سعودی عرب اور ممالک اسلامیہ کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا ہے جس کا عکس صفحہ نمبر ۲ پر شریک اشاعت ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ " قادیانیت ، صیہونیت اور یہودیت " کے درمیان خفیہ رابطے موجود ہیں اور ان کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کر رہا ہے ۔ یہ مشترکہ بیان روزنامہ " الندوۃ " کی ۱۶ر جون کی اشاعت میں شائع ہوا ہے ۔ بیان دینے والوں میں نائیجیریا کے علماء دین الشیخ سید امین کبتی ، الشیخ حسن المشاط اور الشیخ ابوبکر جرمی اور سعودی عرب کے علماء میں سے الشیخ محمد علوی المالکی ، الشیخ اسماعیل زین ، الشیخ محمود ندیم الطرازی ، الشیخ عبداللہ بن سعد ، اور نائیجیریا کے مسلمانوں میں سے الشیخ محمد نور سیف ، الشیخ حسنین المخلوف مفتی مصر السابق ۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ اسلام اور وحدت اسلامیہ کے خلاف قادیانیت برسر پیکار ہے چونکہ مسلمان استعماری طاقت کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹ رہے ہیں اس لیے انگریزی استعمار نے قادیانیت کو پیدا کیا تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کیا جائے اور مسلمانوں کا " جذبہ جہاد " کمزور کیا جائے آج قادیانیت اور یہودیت و صیہونیت کے درمیان خفیہ اور گہرے مضبوط رابطے موجود ہیں ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرکے اسلامی قوت کو بالکل ختم کر دیا جائے اس غرض کے لیے مختلف عرب ممالک میں بھی قادیانیت کے مراکز کام کر رہے ہیں اور اسرائیل کے زیر قبضہ مصری ، شامی ، اردنی علاقوں میں بھی قادیانیت کے مراکز قائم ہیں اور قادیانی اپنے اغراض و مقاصد کے لیے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں ۔ مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ حال ہی میں قادیانیوں نے اپنا مرکز افریقہ منتقل کر لیا ہے اور افریقہ میں مسلمان مبلغین کی تعداد ناکافی ہے اس لیے خدشہ ہے کہ قادیانیوں کا یہ مرکز افریقی مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے ۔ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاریاں کرنی چاہئیں ۔ ہم تمام اسلامی حکومتوں اور جماعتوں کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ قادیانیت کے زبردست خطرہ کو پہچانیں اور اس کے مقابلے کا چیلنج قبول کریں ۔ اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ تمام اسلامی حکومتیں پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور مسلمان ملکوں کی حدود میں اس گمراہ فرقے کو کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور قادیانیت کے خلاف جہاد کے لیے مکہ معظمہ کو مرکز بنایا جائے ۔

ہم عالم اسلامی کی ان ممتاز دینی شخصیات کے پورے متفق اور مؤید ہیں جہاں تک قادیانیت اور صیہونیت کے گٹھ جوڑ کا تعلق ہے ممکن ہے دنیائے اسلام کے بعض علماء کرام کے لیے انکشاف کا درجہ رکھتا ہو کیونکہ وہ حضرات ان فتنوں سے دیر بعد مطلع ہو سکے ہیں لیکن برصغیر پاک و ہند کے علماء کرام تو ایک مدت سے قادیانیت اور صیہونیت کے گٹھ جوڑ اور ان فتنوں کی خطرناکیوں سے ملت اسلامیہ کو خبردار کر رہے ہیں ۔

برصغیر کی مذہبی اور سیاسی جماعتوں میں سے مجلس احرار اسلام وہ پہلی دینی جماعت ہے جس نے قیام پاکستان سے بہت پہلے قادیانیت اور صیہونیت کے گٹھ جوڑ کا نہ صرف انکشاف کیا تھا بلکہ نشاندہی کی تھی کہ اگر ہندوستان سے قادیانیت اور مشرق وسطے سے صیہونیت کے فتنے ختم نہ کیے گئے تو نہ برصغیر میں مسلمانوں کی ملی وحدت قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی صیہونیت کی سازشوں اور ان کی جارحانہ سرگرمیوں کے باعث عالم اسلام کی آزادی قائم رہ سکتی ہے ـــ چنانچہ مجلس احرار اسلام نے برطانوی سامراج کے پنجہ استبداد سے آزاد کرانے کے لیے فلسطین کی آزادی کا نعرہ بلند کیا ۔ اور اہل اسلام کو خبردار کیا کہ مغربی طاقتیں فلسطین کا وجود ختم کرکے صیہونی ریاست اسرائیل قائم کرنے کے خوفناک منصوبے بنا رہی ہے ۔ چنانچہ بعد میں یہودی فتنہ گروں نے فلسطین کی آزادی سلب کرنے اور اسرائیل کے قیام کے سلسلہ میں جو جو حرکتیں کیں مجلس احرار اسلام کے ذی بصیرت و فراست رہنماؤں چوہدری افضل حق ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ، مولانا محمد علی جالندھری ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی ، شیخ حسام الدین ، ماسٹر تاج الدین انصاری ، مولانا مظہر علی اظہر نوابزادہ نصراللہ خاں ، آغا شورش کاشمیری اور اس دور کے دیگر احرار رہنماؤں نے قادیانیت اور صیہونیت کے فتنوں سے قوم کو آگاہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا ۔ ادھر مشرق وسطیٰ میں السید جمال عبدالناصر مرحوم سابق صدر متحدہ عرب جمہوریہ پہلی شخصیت تھے جنہوں نے قادیانیت اور صیہونیت کے فتنوں کی ریشہ دوانیوں اور ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر ان کے انسداد کے لیے مؤثر کارروائی کی تھی چنانچہ مصر میں قادیانیت اور صیہونیت دونوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا ۔ بعد ازاں قادیانیوں نے اپنا دفتر تل ابیب (اسرائیل) میں قائم کر لیا اور پاکستانی جماعتوں یا فرقوں میں سے صرف قادیانیت واحد تنظیم ہے کہ پاکستان

کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود اس ملک کی ایک جماعت کا دفتر ربوہ اور اسرائیل دونوں جگہ قائم ہے اور دونوں مقامات کے لوگوں کی آزادانہ آمد و رفت کا سلسلہ بھی قائم ہے۔ ایسی ناگفتنی صورتوں کی موجودگی میں بھی اگر پاکستانی ارباب اقتدار یہاں کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں خصوصاً

القاديانية حرب على الإسلام وعلى وحدة هذه الأمة ورسالتها الإسلامية الخالدة

نطالب جميع الحكومات الإسلامية أن تحذو حذو حكومة كشمير الحرة في اعتبار هذه الفرقة الضالة أقلية غير إسلامية

بسم الله الرحمن الرحيم . الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين .. وبعد :

أخي المسلم : ظهرت في أخر القرن التاسع عشر دعوى الحادية جديدة ، وكفر صريح في بلاد الهند ، حمل وزرها رجل من مقاطعة قاديان في بلاد البنجاب الهندية الباكستانية يدعى الميرزا غلام احمد واتباعه يسمون بالمرزائية أو القاديانية .. وادعى هذا الرجل بانه المهدي المنتظر والمسيح الموعود وانه نبي يوحى اليه ، وان وحيه كوحي سائر الانبياء ، معصوم من الخطأ ، وهدد من انكر وحيه باللعن والطرد من رحمة الله .. وقال بصلب المسيح وقتله ، منكرا بذلك ما جاءت به ايات القرآن الكريم

صلات وثيقة بين القاديانية وإسرائيل
ومركز قادياني نشط في الأراضي العربية المحتلة

الذي لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من عزيز حكيم . من أن المسيح لم يقتل ولم يصلب .. كما أصدر فتوى باسقاط فريضة الجهاد عن المسلمين وان له معجزات كمعجزات للرسول صلى الله عليه وسلم معجزاته ، وان معجزاته فاقت معجزات الرسول صلى الله عليه وسلم وجعل عددها مليون معجزة .. وانه يعاف الكفر عمل من يأتي مكة والمدينة شرفهما الله .. وان من لم يصدق به يقطع صلته بالاسلام ..

نشاط واسع يقوم به القاديانيون في افريقيا واوروبا يدعون فيه الى نبوة أحمد القادياني نبيهم الكذاب

وقد نشأ هذا الدجال في ظل الرعاية والحماية البريطانية والف العشرات من الكتب في تمجيد ومدح الامبراطورية البريطانية ، ووصفها بانها ظل الله على الارض ..

وقد وزعت الاف النسخ من كتبه المسمومة وفتاويه الباطلة على الاسلام في شتى البلاد الاسلامية ، خصوصا في القارة الافريقية ، الامر الذي يشكل خطرا على النفوس الغضة [illegible] ..

ولا يزال اتباع هذا الدجال مندسين في الكثير من المجتمعات الاسلامية يبثون سمومهم واباطيلهم فيه ، مما يستدعي التصدي لهذا الخطر الداهم من قبل علماء الامة الاسلامية ومن رجالها المخلصين ..

ان تنصروا الله ينصركم ويثبت أقدامكم

وقد احسنت الامانة العامة لرابطة العالم الاسلامي صنعا عندما ابرقت للمسؤولين في حكومة الباكستان مهنئة بهذا القرار الحكيم ومطالبة الحكومات الاسلامية بالحذو حذو حكومة كشمير الحرة التي اتخذت قرارا حكيما باعتبار القاديانية اقلية غير مسلمة في البلاد

وان القرار هذا والحوار الذي يلي حول خطورة هذه الدعوى الباطلة اشترك فيه علماء من [illegible] في الحرم المكي والمدني وبعض العلماء الزائرين .

وهم اصحاب الفضيلة الشيخ السيد الحسن كتبي ، الشيخ حسن المشاط ، الشيخ محمد ابو سيف ، الشيخ حسنين مخلوف ، مفتي مصر السابق ، الشيخ ابو بكر جومي كبير قضاة نيجيريا ، الشيخ محمد علي السنوسي المالكي ، الشيخ اسماعيل عثمان زين ، الشيخ محمود نديم [illegible] من علماء المدينة المنورة ، الشيخ عبد الله بن سعد وبدأ الحوار بهذا السؤال :

س - ما هو رأيكم عن القاديانية ؟

- بانها فرقة ضالة تعادي الاسلام وتحارب عقيدة الاسلام ونبوة خاتم الرسل صلى الله عليه وسلم ..

س - هل لكم ان تحدثونا عنها ؟

- القاديانية دعوى الحادية وكفر صريح ، حمل وزرها رجل من مقاطعة قاديان في بلاد البنجاب الهندية الباكستانية ، اسمه الميرزا غلام احمد ، واتباعه يطلقون على انفسهم المرزائية أو القاديانية .. وقد ادعى هذا الدجال بانه المهدي المنتظر والمسيح الموعود ، وانه يوحى اليه وان وحيه كوحي سائر الانبياء ، معصوم من الخطأ ، وقد هدد من انكر وحيه باللعن والطرد من عطفه ..

س - [illegible] الذي يعدل بذلك الرجل لهذا الغلو في [illegible] ؟

- لا يخفى عليكم ان دعوى هذا الرجل لم تقم الا على اكتاف المستعمر الانجليزي ، عندما كان يسيطر على بلاد شبه القارة الهندية .. وكان المسلمون هم الشوك الدائم في عنق هذا المستعمر ، فحاول بشتى الوسائل تفريق كلمة المسلمين ، فلم يستطع الا عن مثل هذا الطريق ، فاصطنع رجلا مثل الميرزا غلام احمد [illegible]

س - هل يعتقد فضيلتكم بان هناك رابطة بين القاديانية والشيوعية والصهيونية .. ؟

- لا استبعد ذلك ابدا لانها جميعا تهدف الى تحطيم قوى الاسلام وتشتيت صفوفها .. ولاضرب لك مثلا اتفق اليهود والقاديانيون عليه ، يقول القاديانيون بصلب المسيح وقتله ، كما زعم اليهود ذلك سابقا .. ولقد نفت آيات القرآن الكريم هذه المزاعم ..

وشيء اخر ان للقاديانية مركز كبير يقوم بنشاط واسع في فلسطين المحتلة ويجري اغراء البسطاء من المسلمين العرب بمختلف الاباطيل والترهات وتحمي هذا المركز المؤسسة العسكرية الاسرائيلية .. اليس في ذلك برهان على صلة هذا المذهب الهدام بالصهيونية العالمية .. عدونا واحد مهما تباينت صوره واشكاله ، فهل نعي ذلك .. ؟

س - دعوى كهذه تحتاج الى [illegible] طائلة للصرف عليها .. فمن اين تأتي هذه الفرقة بالاموال ؟

- لا شك ان ملايين الملايين تصرف على مثل هذه الدعوات الهدامة .. والله موجود في كل مكان ولا يدعم أهل الشر [illegible]

س - اليس هناك جماعات اسلامية تقف في وجه هذا الشر ؟

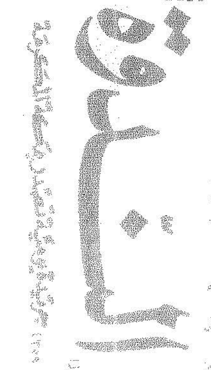
- هناك الكثير من العلماء في الهند والباكستان وقفوا ويقفون في وجه هذا الشر المستحدث ، ولكن لابد من تضافر الجهود .. ولقد نقل القاديانيون نشاطهم ودعوتهم الى افريقيا ، القارة البكر ، والذي يخشى ان يستطيع دعاة هذا المذهب الهدام من ان يحققوا مكاسب نظرا لعدم وجود عدد كاف من الدعاة المسلمين في تلك الديار .. يفضح مؤامراتهم الخبيثة ضد الاسلام ونبوة محمد صلى الله عليه وسلم ..

انا ادعو هنا جميع الحكومات والهيئات الاسلامية والعربية للتصدي لهذا الخطر الداهم قبل ان يستفحل شره اكثر فاكثر ، ولترتفع رايات الجهاد من هنا .. من مكة المكرمة والمدينة المنورة .. مرة اخرى لتفهم هؤلاء القاديانيين ان الجهاد مفروض على كل مسلم قادر في كل وقت وكل زمان متى ما انتهكت حرمات الله وليس كما يقولون .. من ان الجهاد ساقط عن المسلمين في هذا الزمان

وبعد اخي القارئ - ان هذه الفئة الضالة الجاحدة لختم نبوة محمد صلى الله عليه وسلم اصبح خطرها يتعاظم اليوم وكان لتعاونها الوثيق مع اسرائيل ان اقامت مركزا كبيرا لها في فلسطين المحتلة بالاضافة الى المراكز الاخرى المنتشرة في افريقيا وفي اوروبا .. والتي تقوم بدور خطير وهدام ضد رسالة الاسلام ووحدة هذه الامة الاسلامية ونبوة محمد صلى الله عليه وسلم .

وقد كان لبرقية الامين العام لرابطة العالم الاسلامي التأييدية لقرار حكومة كشمير باعتبار هذه الفرقة اقلية غير اسلامية اكبر الاثر الطيب في نفوس علماء هذه الامة والمسلمين جميعا كما ان دعوته للحكومات الاسلامية وبالذات باكستان الشقيقة في ان تتخذ حيال هذه الفرقة الضالة التي تدعي ان ميرزا غلام احمد القادياني هو المسيح الموعود ظلما وزورا ان تتخذ نفس الموقف الذي اتخذته حكومة كشمير ضرورة دينية من اجل وحدة هذه الامة الاسلامية ومن اجل رسالة الاسلام الخالدة .

واذا كانت الندوة قد وضعت هذا الاستفتاء الاول امام المسلمين جميعا فمن اجل ان تبقى حقوقنا قوية بعيدة عن المندسين ومؤامراتهم ..



"حزب اختلاف" سے تعلق رکھنے والے رہنما اگر اس موضوع پر اظہار خیال کو غیر موزوں قرار دیں، قوم کو ان فتنوں سے آگاہ نہ کریں اور اپنے ذاتی اقتدار کے لیے اپنا پورا زور صرف کریں تو ہمیں ایسے رہنماؤں سے کوئی ہمدردی ہے اور نہ ان کے ذاتی پروگرام سے دلچسپی۔ ہم تو صرف ان رہنماؤں کے مداح، ان کے مؤید اور ان کے مخلص خادم ہیں جو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور قادیانیت و صیہونیت کے فتنوں کو اسلامی وحدت اور ملی یکجہتی کے خلاف خطرناک سازش قرار دیتے ہوئے ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

● ہوس زر کے لیے فحاشی کا زہر

گورنر پنجاب ملک غلام مصطفیٰ کھر نے فلم نمائش کنندگان سے کہا ہے کہ وہ فحش فلموں اور بلیو پرنٹوں کی نمائش کو روکنے کے سلسلہ میں حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ انہوں نے ایسے فلم نمائش کنندگان کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ فحش فلمیں دکھانے کے مرتکب پائے گئے ان کے خلاف زبردست کارروائی کی جائے گی۔ ملک غلام مصطفیٰ کھر نے کہا کہ معاشرے میں محض ہوس زر کے لیے فحاشی کا زہر گھولنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ گورنر پنجاب نے کہا کہ انہیں بتایا گیا ہے کہ مضافات میں بعض نمائش کنندگان فحش فلمیں اور بھارتی فلموں کے نمونے دکھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ایسے افراد کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

مرکزی اور صوبائی ارباب اقتدار کی طرف سے بارہا اس قسم کے احکام اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں تنبیہ کی حد تک یہ اخباری بیانات مفید ہیں لیکن موثر انسدادی کارروائی کے لیے ضروری ہے کہ فحش فلموں کی نمائش کا اہتمام کرنے والوں کو عبرتناک سزا دی جائے اور انکے سینماؤں کا لائسنس منسوخ کیا جائے۔

جب تک کوئی تعزیراتی کارروائی نہیں کی جاتی نہ تو فحش فلموں کی نمائش روکی جا سکتی ہے اور نہ ہی بقول گورنر پنجاب ہوس زر کے لیے فحاشی کا زہر گھولنے والوں کا ہاتھ پکڑا جا سکتا ہے۔

گورنر پنجاب ملک غلام مصطفیٰ کھر کو چاہیے کہ وہ فحش فلموں کی نمائش کرنے والے سینماؤں پر بذات خود چھاپے ماریں اور بذات خود مشاہدہ کریں کہ سینما کس طرح فرزندان اسلام کے دل و دماغ پر کس قسم کے زہریلے اثرات قائم کر رہے ہیں۔ گورنر پنجاب کو ذاتی دلچسپی لے کر پوری مستعدی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور فحش فلموں کی نمائش کرنے والوں اور اس قسم کی بے ہودہ اور لچر فلموں کی درآمد کرنے والوں کے خلاف کوئی سخت قسم کا تعزیراتی قدم اٹھا کر ایسی عبرتناک سزا دیں کہ آئندہ ایسے افراد کو ایک مسلم قوم کا معاشرہ بگاڑنے کی جرأت نہ ہو سکے، دو چار سینماؤں کے لائسنس منسوخ، فلمیں ضبط اور جرم کا ارتکاب کرنے والے قید و بند کی سلاخوں میں جکڑے ہوں گے۔ تو ایسی فلموں کی نمائش کے راستے بند ہو جائیں گے۔

● مسلم ریاستوں میں عصمت فروشی کی ممانعت

شمالی نائیجیریا کی دو مسلم ریاستوں میں عصمت فروشی کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے ایک حکمنامہ جاری کیا گیا ہے جس میں تمام کنواری لڑکیوں کو سات روز کے اندر اندر شادی کرنے یا بصورت دیگر ملک سے باہر نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ نائیجیریا کی دو مسلم سوکوتو اور کٹسینا کے امیروں نے یہ انوکھا حکم گذشتہ ہفتہ ان امارتوں کے مسلم سربراہوں اور رہنماؤں کے ایک جلسہ میں قرارداد کی منظوری کے بعد دیا ان دو امارتوں میں ان دنوں شدید خشک سالی ہے جلسہ میں جو تجویز منظور کی گئی اس میں کہا گیا ہے کہ خشک سالی کی وجہ عذاب الٰہی ہے اس لیے ملک سے گناہ کا بوجھ کم کیا جائے اور عصمت فروشی کی لعنت کے خلاف جہاد شروع کیا جائے۔ یاد رہے کہ ان امارتوں میں لڑکے کو شادی کے لیے بڑے بڑے مشکل مراحل سے گذرنا پڑتا ہے مثلاً سوا سو سے لے کر پانچ سو پونڈ اسٹرلنگ نقد کی بطور مہر ادائیگی اور اپنی مردانگی کا ثبوت مہیا کرنا، مردانگی کے مظاہرہ کے لیے اسے برہنہ پیٹھ پر سو درّے کھانا پڑتے ہیں اگر وہ یہ سزا بغیر بے ہوش ہوئے برداشت کرے تو اس کی شادی ہو سکتی ہے۔ دریں اثنا جاپان سے آمدہ اطلاعات کے مطابق عصمت فروشی گذشتہ پندرہ برسوں سے غیر قانونی قرار دے دی گئی ہے۔ جنسی بے راہ روی پر ۳۲ صفحات کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ جاپان میں پھر عصمت فروشی ایک لعنت بن گئی ہے۔

ان مسلم ریاستوں کے ارباب اقتدار نے بروقت قدم اٹھا کر اپنے علاقے کو خدا کے عذاب سے بچانے کی فکر کی ہے اور انشاء اللہ اس طرح یہ علاقے اخلاق و کردار کی ایک اچھی مثال بن جائیں گے۔ دوسری اسلامی ریاستوں خصوصاً پاکستان کے ارباب اختیار کو بھی اسی نوعیت کا حکمنامہ جاری کرکے پاکستان کو بھی خدا کے عذاب سے بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

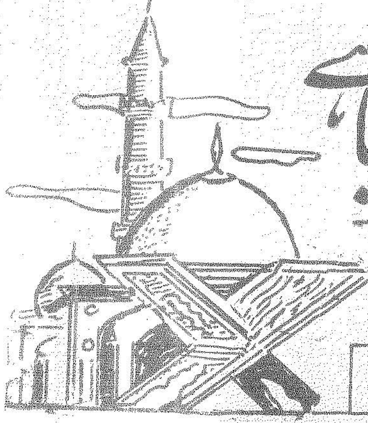
اجتماع
جمعۃ المبارک
۲۹ جون ۱۹۷۳ء

مرتب
عبدالرشید انصاری

اصحاب سیم و زر نے مال و دولت کو اپنا محبوب اور معبود بنا لیا ہے

اسلامی اخوت کا مظاہرہ ہو تو ملک کی قسمت آج بدل سکتی ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب



الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد :-

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم -

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ۝

(سورہ الشوریٰ - آیت ۲۰)

ترجمہ: جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں برکت دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو، اسے (بقدر مناسب) دنیا میں دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہوگا -

یقین و ایمان بہت بڑی چیز ہے - ہر عمل کا دارو مدار یقین پر ہے - جب تک یقین نہ ہو جائے کہ فلاں کام کرنے کی ضرورت ہے اس کے کرنے سے فلاں فائدہ اور نفع ہوگا اور نہ کرنے سے یہ نقصان ہوگا اس وقت تک انسان کا دل کام کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا - اس لیے ضروری ہے کہ انسان کا اس حقیقت پر ایمان ہو کہ دنیا میں جیسے اعمال کیے جائیں گے ویسا ہی آخرت میں ان کا بدلہ ملے گا - اگر اعمال صالحہ انجام دیے گئے تو آخرت میں بنتیجہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی جنت کی صورت میں ملے گا - اعمال برے ہوئے تو بنتیجہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم کی صورت میں سامنے آئے گا - ہمارا مقصد تخلیق یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اللہ کے کاموں کے لیے وقف کر دیں - ہر کام جس کو اپنا سمجھیں آ چھوڑ دیں اور صرف وہی کریں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے - اگر کاروبار کریں تو یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وسائل معیشت سے استفادہ کرنے اور حصول رزق کے لیے جدوجہد کرنے کا حکم دے رکھا ہے - ظلم اور دوسروں کی حق تلفی سے باز رہیں تو اس لیے کہ اللہ نے اسے جرم قرار دیا ہے - عدل و انصاف کریں تو اس لیے کہ رب العالمین نے اِعْدِلُوْا کا حکم فرمایا ہے، اور اسے حصول تقویٰ کا بہترین ذریعہ بنایا ہے - بیوی بچوں کی پرورش کریں، ان کے لیے محنت و مشقت اٹھائیں تو اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کا فریضہ قرار دیا ہے - ان کی تعلیم اور اخلاقی درستگی پر توجہ دیں تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے -

قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا -

اپنی اور اپنے اہل کی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کا بندوبست کرو -

دوسروں کے ساتھ محبت و الفت اور بھائی چارے کا معاملہ کریں تو اس لیے کہ اسلام نے تمام مومنوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیا ہے - غرضیکہ ایمان بالآخرت کے ساتھ ہی اصلاح اعمال ممکن ہے اگر جزا و سزا پر یقین نہ ہو اور دنیا ہی دنیا سامنے ہو تو انسانی بد اعمالی کی وسعتیں لامحدود ہو جائیں گی -

> جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ "آخرت کوئی چیز نہیں" یا "معلوم نہیں ہے بھی یا نہیں" اور اسی خیال کے ساتھ محنت اور عمل بھی کرتا ہے تو اس کا اجر اسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے یہی عین انصاف ہے -

اور اسے انتشار اور فساد انگیز اعمال سے روکنے کا کوئی ذریعہ بھی زیادہ دیر تک کارگر نہیں ہو سکے گا پھر وہ اپنے بھائیوں پر ظلم ڈھائے اور ان کی محنت کا استحصال کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرے گا اور کسی کی شرافت اور جان و مال کی عزت و حرمت کا کوئی خیال نہیں رکھے گا - موجودہ معاشرہ کی اکثر برائیاں آخرت پر سے یقین اٹھ جانے کی وجہ سے جنم لے رہی ہیں -

آج اگر ملک کے تمام باشندے اسلامی بھائی چارے اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا جذبہ صادق اپنے دلوں میں پیدا کر لیں تو ملک کی قسمت آج بدل سکتی ہے - یہ صورت حال دیکھ کر حیرت اور افسوس کی انتہا نہیں رہتی کہ بہترین خوراک اور غلہ پیدا کرنے والے ملک کے باشندے گھٹیا اور ملاوٹ شدہ اشیا بھی بلیک مارکیٹ میں خریدنے پر مجبور ہیں - گرانی اور چور بازاری نے غریب اور متوسط طبقے کی کمر توڑ دی ہے اور وہ شدید معاشی مشکلات میں مبتلا ہیں -

دوسری جانب ایک اور طبقہ ہے جو اس شدید گرانی کے دور میں بھی عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہے اس طبقہ کے افراد مال و دولت کی بہتات کی وجہ سے اس قدر مغرور اور متکبر ہو چکے ہیں کہ کسی کمزور اور بے بس شخص کا حق ہضم کر لینا ان کے لیے کوئی ننگ و عار کی بات نہیں رہی - کسی مظلوم کی آہ و بکا سے ان کی سنگدلی متاثر نہیں ہوتی - یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے سینوں میں دل نہیں بلکہ پتھر یا گوشت کا بے جان لوتھڑا ہے - ان سے کوئی مفلس اور محتاج سوال کرے تو ان کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں - خود کسی پر ظلم ڈھائیں تو ان کی طبیعتیں ہشاش بشاش ہو جاتی ہیں - ان کی اونچی اونچی کاروں اور ملوں کا دھواں غریبوں کی آہوں اور سسکیوں کا مذاق اڑاتا ہے - غریب کی جھونپڑی میں زبانیں اللہ سے رحمت و شفقت کا سوال کرتی ہیں اور وسیع و عریض بنگلوں اور عشرت کدوں میں ہونے والی اوباشیاں اور رسوائیاں رب ذوالجلال کے غصہ اور عذاب کو دعوت دیتی ہیں ؎

خدا ہی خیر کرے انتہا پہ ہیں دونوں
ادھر دلوں کا دھواں ہے ادھر ملوں کا دھواں

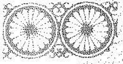
صورت حال آج یہ ہے کہ بڑے لوگ معاشی ناہمواری دور کرنے کے لیے چھوٹے اور پسماندہ طبقہ سے تعاون کرنے کے بجائے اس کا نہایت بے دردی سے استحصال کرتے ہیں - غریب مزدوروں کی محنت سے ان کے کارخانے چلتے اور بنگلے تعمیر ہوتے ہیں اور مزدور غریب معمولی اجرت پر کام کرتے کرتے مر جاتا ہے - اس کے بیوی بچوں کے پاس اپنا مکان تک نہیں ہوتا - بچے تعلیم و صحت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں لیکن سرمایہ دار صنعت کاروں، جاگیرداروں کی کوٹھیاں اور ملیں ایک سے دو اور دو سے چار اور چار سے چھ سات کے حساب سے بڑھتی رہتی ہیں، یہ سب محنت کش غریبوں کی ہی محنت و مشقت کا ثمرہ ہوتا ہے

پھر کیا وجہ کہ یہ مسلمان کہلانے والے صنعت کار جاگیردار اور بڑے بڑے سیٹھ، مزدوروں، مزارعوں اور اپنے ملازموں کو ان کے صحیح اور جائز حق کے مطابق انہیں اجرت کیوں ادا نہیں کرتے۔ سرمایہ دار کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ ایسا مزدور اور ملازم رکھا جائے جو کم سے کم اجرت پر اپنی محنت ان کے ہاتھ فروخت کرے۔ انہیں یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ اس ملازم کے بہن بھائی بوڑھے والدین یا بیوی بچے کیسے گزارہ کرتے ہوں گے اور اس کے گھریلو اخراجات کیونکر پورے ہوتے ہوں گے اسے تو اسلامی بھائی چارہ نہیں کہتے۔ آخرت پر ایمان اور خشیت الٰہی اگر ان لوگوں کے پیش نگاہ ہو تو وہ کبھی ایسا نہ کریں۔ مال و دولت کی بہتات نے انہیں سرکش بنا دیا ہے۔ اور وہ نسل انسانی کے لیے ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ یہی سرمایہ دار اور ظالم لوگ دین اور اہل دین کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں تاکہ لوگ کبھی سچی بات نہ سن لیں، علماء کو گالیاں دیتے اور انہیں معاشرہ پر بوجھ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ معاشرہ کے افراد کی راحتوں اور خوشیوں پر ڈاکہ وہ خود ڈالتے ہیں۔ ان کے مالوں میں اللہ نے مسکین، محتاج اور مفلوک الحال لوگوں کے جو حقوق رکھے ہیں انہیں ادا نہیں کرتے۔ زکوٰۃ جیسے فریضہ کی ادائیگی سے ان کی تہی دامنی انکار کی حد تک جا پہنچتی ہے —

درحقیقت اس طبقہ نے مال و دولت کو ہی اپنا محبوب اور معبود قرار دے لیا ہے اور اپنے مالک خالق کو یکسر بھول چکے ہیں۔ ان کی زبان پر خدا کا نام آتا ہے تو حلق سے نیچے نہیں اترتا چہ جائیکہ اس پاک نام کے لیے ان کے دل میں کوئی جگہ ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت سے منہ موڑ کر صرف دنیا کو اپنا مقصد ٹھہرایا ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے سرگرداں اور پریشان پھر رہے ہیں اگر وہ نیک کام بھی کر لیں گے تو آخرت میں اس کا انہیں کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں یہی ان کی نیکیوں کا بدلہ ہو جائیں گی۔ آخرت کی زندگی پر ان کا یقین ہی نہیں وہ یہ مانتے ہی نہیں کہ نیک اور بھلے اعمال کا بدلہ دنیا کی زندگی کے بعد ملے گا پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی ناقدرے اور ناشکرے کی جھولی میں اپنی نعمتیں ڈالے۔

اصل بات ایمان و یقین کی ہے۔ نتیجہ اور ثمرہ نیت پر مرتب ہوگا۔ جو شخص دنیا میں نیکی کے لیے محنت اور جدوجہد کرتا ہے اور اس کے دل میں آخرت کا یقین ہوتا ہے اسی کو آخرت میں اجر و ثواب ملے گا اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ "آخرت کوئی چیز نہیں" یا "معلوم نہیں ہے بھی یا نہیں" اور اسی خیال کے ساتھ محنت اور عمل بھی کرتا ہے تو اس کا اجر اس کو دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔ جو عین انصاف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ساری عمر نیکیاں کی جائیں تو ان کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو ایمان و یقین کی دولت عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں کوتاہیوں اور نافرمانیوں کو معاف فرمائے۔ آمین ثم آمین۔



لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



مومن "یادِ الٰہی" سے کبھی غافل نہیں رہتا

قیامت کے روز "خدا فراموشوں" کو اندھے کر کے اٹھایا جائے گا!

۲۸ر جون ۱۹۷۳ء

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

رب العالمین نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ عبدیت اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا شکر گزار بندہ بن جائے اور ان نعمتوں کی قدر کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہیں۔ خدائے ارحم الراحمین کے ان گنت احسانات میں سے ایک احسان اور عظیم الشان نعمت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے احسانات اور دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرنے اور اسے یاد کرنے والوں کو مزید احسانات اور رحمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی افضل ترین ذکر کلمہ طیبہ ہے۔ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہم یادِ الٰہی میں مشغول رہا کریں۔ رب العالمین کے بلند و ذی شان پاک نام کا ذکر ہر وقت دل کی دھڑکنوں کے ساتھ جاری رہے تاکہ جب جانِ عزیز جانِ آفریں کے سپرد کرنے کا وقت آئے تو دل صرف اللہ کی یاد سے معمور ہو اور زبان بھی اسی کی بزرگی اور جمال جہاں آرا کی حمد و توصیف میں زمزمہ سرا ہو۔ جس شخص پر حالت ایمان میں موت آئی وہ کامیاب ہو گیا اور جسے مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہوا وہ ناکام و نامراد رہا۔ خواہ اس سے پہلے اس نے زندگی کتنی عبادتوں اور ریاضتوں میں کیوں نہ گزاری ہو کیونکہ خدا فراموشی اور دنیاوی اغراض و خواہشات میں انہماک اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی ناشکری اور ناقدری کے مترادف ہے جو ایک وفادار اور فرمانبردار مومن نہیں کر سکتا۔ مومن سے جب بھی لغزش اور گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو شرمندگی اور ندامت سے اس کی آنکھیں جھک جاتی ہیں۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے کانپ اٹھتا ہے پھر وہ معافی اور توبہ کے لیے رو رو کر دعائیں کرتا اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے گویا اس پر فکر و الم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اس کے برعکس نافرمان، غافل اور خواہشات کے پرستار ڈھٹائی سے گناہ کرتے ہیں۔ اہل حق کا مذاق اڑاتے اور دنیا کے اس نشے میں مست رہتے ہیں جو کسی وقت بھی ہرن ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے ان کے ہاتھ سے وہ تمام وسائل تعیش اور ذرائع آرام و راحت بیک جنبش چھن جائیں۔ دولت پر ڈاکہ پڑ جائے، فلک بوس محل و ایوان دھڑام سے گر پڑے، کوئی حادثہ پیش آ جائے یا موت کا زبردست ہاتھ جھپٹ کر ان سے ان کا وجود تک چھین لے اور ان کے سارے پروگرام اور منصوبے

(باقی صفحہ [illegible])

مشاہداتِ حجاز (۱۳)

مجاہد الحسینی

حضور سرورِ کائنات نے طائف کے دشوار گذار اور خطرناک پہاڑوں کا سفر کن مشکلات کے ساتھ طے کیا ہوگا

آج طائف کو جانے والی سڑک تعمیرِ جدید کے شاہکار کا درجہ رکھتی ہے،

طائف کا ایک رقّت انگیز سفر

سجی ہے انجمنِ درد و سوز و ناز و نیاز ہوئے ہیں اس پہ مرتب مشاہداتِ حجاز

(خلیق قریشی)

ایسے عظیم الشان ہجوم میں سے ہم کاروں پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچے، مسجد الحرام میں حاضر ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ کے بمصداق یہ ناشکر گذاری ہوگی اگر میں تشکر و امتنان کے ان جذبات و احساسات کا اظہار نہ کروں جو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرتے وقت میرے نہاں خانۂ دل و دماغ میں موجزن تھے۔ اور یہ صرف میری ذات تک محدود نہ تھے بلکہ میرے تمام رفقاءِ وفد کے جذبات و احساسات بھی یہی تھے جن کا سب نے برملا اظہار بھی کیا اور ہم حج کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، حکومت سعودیہ کا اور حکومت پاکستان کا جن کی کرمفرمائیوں اور مہربانیوں سے ہمارے لیے روحانی تسکین کا سامان فراہم ہوا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے مطابق ہم حج ایسی نعمت سے بہرہ مند ہونے کا تذکرہ خلوت و جلوت میں کرتے رہیں گے اور اس احسانِ عظیم کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

• سفرِ طائف

مکہ معظمہ سے فارغ ہو کر ہم جدّہ کی رہائش قصر القریش پہنچے۔ ۱۷ر جنوری کو صبح گیارہ بجے وزارۃ الاعلام کے مرکزی دفتر میں گئے۔ ڈائریکٹر جنرل السید غالب اور مدیر اطلاعات السید عبداللہ غازی، ڈائریکٹر پریس انفرمیشن السید عزت مفتی، ڈائریکٹر پبلی کیشن (مطبوعات)، السید اسامہ، مدیر ادارۃ الصحافۃ السید عزت کامل مفتی اور دوسرے حضرات سے ملاقات ہوئی۔ جس میں حکومتِ سعودیہ کی تعلیمی، تہذیبی، اقتصادی اور تعمیراتی وغیرہ ترقیات کا جائزہ لینے کے لیے آئندہ پروگرام طے کیا گیا اور ۱۸ر جنوری بروز جمعرات طائف جانے کا فیصلہ کیا گیا چنانچہ حسب فیصلہ صبح ۱۱ بجے جدّہ سے طائف کو روانہ ہوئے۔ رفقاءِ سفر میں مولوی محمد سعید، شورش ملک، ضیاء الاسلام انصاری اور حفیظ الرحمٰن شامل تھے۔ مصطفیٰ صادق اور سید قمر الزماں جدہ میں ہی رہ گئے تھے۔ جدّہ سے مکہ جانے والی سڑک پر واقع ایک بستی "بحرہ" کے قریب پہاڑیوں پر واقع قلعہ نما عمارتوں اور نشانات کی بابت دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ خلافتِ عثمانیہ کے زوال کے وقت جہاں ترکوں اور سعودی حکمرانوں کی جنگ ہوئی وہاں فوجی نوعیت کی یادگاریں قائم ہیں، حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد "مملکت سعودیہ" کا جائزہ لینے کا یہ پہلا سفر تھا، ہم راستہ کے نشیب و فراز کو سمجھتے اور مختلف مقامات کی بابت ضروری معلومات حاصل کرتے رواں دواں تھے۔

حدیبیہ کے مقام سے ایک سڑک سیدھی مکہ معظمہ کو جاتی ہے اور دائیں جانب طائف کو۔ حدیبیہ سے گذر کر کافی دور دور تک صرف خشک پہاڑوں اور میدانی علاقے یعنی ریگستان کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ نہ سبزہ نہ درخت، نہ کوئی آبادی، کہیں کوئی اونٹ اس بے آب و گیاہ خطے میں نظر آجاتا۔ تو نگاہیں اس کے ارد گرد آبادی تلاش کرنے کو اٹھ جاتیں۔ غالباً چند مقامات پر آبادی کے معمولی آثار دکھائی دیتے ہوں گے۔ ورنہ یہ پورا علاقہ خالی دکھائی دیتا ہے۔ طائف کے پہاڑ شروع ہوئے تو ایک چیکنگ پوسٹ پر ہمیں کاغذات کی جانچ پڑتال کے لیے روک لیا گیا۔ اتفاقاً اس روز میرے اور مولوی سعید صاحب کے پاس تو پاسپورٹ وغیرہ کاغذات موجود تھے۔ باقی حضرات کے کاغذات حکومت سعودیہ کے نمائندوں نے اپنے پاس جدّہ ہی میں رکھ لیے اور حکومت سعودیہ کا اجازہ سفر (فری مومنٹ پاس) سب کے پاس موجود تھا۔ حکومت کے ضابطہ کے مطابق اس پوسٹ پر متعین سپاہیوں نے ہمیں آگے جانے سے روک دیا اور پوری کوشش کے باوجود آخر کار اس بات پر آگے سفر کی اجازت مل سکی کہ ہمارے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات ان کے پاس جمع ہوں گے اور ہم طائف سے واپسی پر وصول کر سکیں گے — یہ رکاوٹ اس لیے پیش آئی تھی کہ طائف سے آگے سڑک ریاض کویت وغیرہ کو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص سعودی عرب چھوڑنا چاہے تو اس راستہ سے آگے کو نکل سکتا ہے۔ غرضیکہ ہم نے اپنے کاغذات وہیں چھوڑ کر طائف کا سفر جاری رکھا۔

• حضور رحمۃ للعالمین کا سفرِ طائف

طائف کا پہاڑی سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا کہ چیکنگ پوسٹ کے ساتھ کھیتی باڑی کے آثار نظر آئے۔ پہاڑ کے دامن میں اس طرح کا آباد علاقہ نہایت خوشنما تھا۔ ہماری گاڑیاں پوری سرعت رفتار کے ساتھ سعودی حکمرانوں کی تعمیر کردہ خوبصورت اور جدید ترین سڑک پر رواں دواں تھیں۔ بلند و بالا پہاڑوں کا سینہ چاک کرکے یہ سڑک تعمیرِ نو کے ایک شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ سڑک پر گذرتے ہوئے اس بات کا قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ ہم ۵ — ۶ ہزار فٹ بلند پہاڑی سلسلہ طے کر رہے ہیں۔

ہم اپنی گاڑیوں کی آرام دہ نشستوں پر بیٹھے پوری سہولتوں اور آسائشوں کے جلو میں سنگلاخ پہاڑی راستہ طے کر رہے تھے اور میں اس واقعہ کو یاد کرکے زار و قطار رو رہا تھا۔ میرے تمام رفقاء کی آنکھیں اشکوں سے ڈبڈبا گئی تھیں کہ سرورِ کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دشوار گذار پہاڑوں کو پا پیادہ کن سنگین خطرناک اور ہولناک مشکلات کے ساتھ طے کیا ہوگا۔

ہمارے آقاء و مولےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذاتِ اقدس پر مصائب و آلام کی سختیاں اور تلخیاں برداشت کرکے ہمارے لیے یہ آسائشیں اور سہولتیں مہیا فرمائیں۔

اکابرِ دیوبند اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: حضرت مولانا محمد اجمل مدظلہٗ

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور اخلاص و عقیدت تھی۔ اور آپ کی سنتوں کے شیدائی اور فدائی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت ان کے گوشت پوست میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ مدینہ منورہ کی گلیوں اور کوچوں کے ذرات پر جان نثار کرتے تھے۔

ذیل کے واقعات و حالات مندرجہ بالا دعاوی کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔

حضرت مولانا جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ سے کئی میل دور ہی سے پابرہنہ چلتے رہے آپ کے دل اور ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جوتا پہن کر چلیں حالانکہ وہاں سخت نوک دار پتھر اور چبھنے والے سنگریزے بہت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم، جناب مولانا حکیم منصور علی خان حیدر آبادی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جو اس سفرِ حج میں حجۃ الاسلام کے رفیقِ سفر تھے کہ مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شبِ تاریک میں اسی طرح چل کر پابرہنہ پہنچ گئے (سوانح قاسمی جلد ۲ صلا)

نیز حکیم صاحب مرحوم کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں کہ جب منزل بہ منزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہنچا جہاں روضۂ پاک صاحبِ لولاک نظر آتا تھا فوراً جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے اپنے جوتے اتار کر بغل میں دبا لیے اور پابرہنہ چلنا شروع کیا (صفحہ ۹، صلا)

مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر مدظلہٗ اس واقعہ کو نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ کہ حضرت نانوتوی رح کو مدینہ طیبہ اور گنبدِ خضرا کے ساتھ کس قدر عقیدت اور کیسی فریفتگی تھی اور دیکھیے کہ ادبِ حسن کا کیا ہی بہترین طریقہ اختیار فرما کر اپنی فرطِ محبت کا اظہار فرمایا اور یہ ساری عقیدت و محبت جنابِ امام الانبیاء خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے ورنہ یہ ایک سنگلاخ رقبہ اور پتھریلی زمین ہے جو کچھ بھی ہے اور جتنا کچھ بھی ہے وہ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت ہے اور آپ ہی کے واسطے سے ہے اور ایسے ہی موقع کے لیے کسی کشتۂ عشق نے یہ کہا ہے کہ ؎

وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کا وہ حصہ جو آپ کے جسدِ اطہر سے لگ چکا ہے وہ عرشِ عظیم سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو وفاء الوفاء جلد ا صلا، سیرت حلبی جلد ۲ صلا) اور روح المعانی جلد ۵ صلا) اور اس کی وجہ پھر صرف اور صرف یہ ہے کہ ؎

عرش پر گر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے
جس میں محوِ خواب ہے کون و مکاں کا تاجدار

ہندوستان میں بعض حضرات کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں۔ لیکن حضرت نانوتوی صاحب نے ایسا جوتا مدت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفۃً لا دیتا تو اس کے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور آگے کسی اور کو ہدیہ دے دیتے۔ سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لیے گریز کرتے کہ سرورِ دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضرا کا رنگ سبز ہے پھر بھلا اس رنگ کے جوتے پاؤں میں کیسے اور کیونکر استعمال کیے جا سکتے ہیں؟ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رح کے حالات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ "تمام عمر کیمخت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا۔ اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔ (الشہاب الثاقب صہ۵)

اندازہ کیجیے اس نظرِ بصیرت اور فریفتگی کا کہ گنبدِ خضرا کے ظاہری رنگ کے ساتھ کس قدر عقیدت و الفت ہے جس کے اندر عظیم المرتبت مکین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں جن کا نظیر اور جن کی مثال اور جن کا ثانی خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا ہے اور نہ قیامت تک آسکتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے

رخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضرت حجۃ الاسلام رح نے نظم و نثر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعریف و توصیف بیان کی ہے اور جس خلوص و عقیدت سے اس کا اظہار کیا ہے ان کی کتابوں، مثلاً آبِ حیات، قبلہ نما، اجوبہ اربعین، تحذیر الناس وغیرہ کو پڑھنے اور دیکھنے والا بجز کسی متعصب کے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمام کتابوں کی عبارتیں جو نظم و نثر میں آپ نے سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف و تعریف میں بیان فرمائی ہیں سب کا نقل کرنا تو دشوار ہے ورنہ صرف بطور نمونہ ہم قصائدِ قاسمی کے پہلے قصیدہ سے (جو ایک سو اکاون اشعار پر مشتمل ہے) چند اشعار بلا رعایت ترتیب پیش کرتے ہیں:

تو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخرِ کار
کہاں بلندیٔ طور اور کہاں تیری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین اور آسماں ہموار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے گا تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار
جمال کو ترے کب پہنچے حسنِ یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا سردار

حضرت مولانا شیخ الاسلام حضرت مدنی رح "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں کہ حضرت نانوتوی رح کو کس قدر عقیدت و محبت ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور کس قدر تعظیم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے قلبِ انور میں بھری ہوئی ہے۔

عشق و محبت، عقیدت و الفت میں ڈوبے ہوئے چند اشعار اور ملاحظہ ہوں۔ ؎

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا اشمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
و لے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا
کہ آنکھیں چشمۂ آبی در دل غبار

حضرات ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں کہ کس قدر اخلاص و محبت اور عقیدت بات بات سے ٹپکتی ہے گویا کہ محبت ختم المرسلین علیہ السلام میں چور چور ہیں اور اس قدر منہمک ہیں کہ ماسوا کی خبر نہیں۔

حضرت نانوتوی رح نے ایک قصیدہ مشائخ چشتیہ صابریہ کے ساتھ توسل کے بارے میں تحریر فرمایا ہے جو مناجات مقبول کے اخیر میں موجود ہے۔ جس کی ابتداء یوں فرمائی ہے ؎

الٰہی غرقِ دریائے گناہم | تو میدانی و خود ہستی گواہم
گدا خود را بہ سلطاں چو دیدم | بدرگاہ تو اے رحمان دویدم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرتے ہوئے

شہادتِ عثمانؓ

تاریخِ اسلامی کا ناقابلِ فراموش واقعہ

شہادتِ عثمانؓ ہی اصل میں حیاتِ اسلام ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ایثار و استقامتِ عثمانؓ سے

سیدنا عثمانِ غنیؓ کا نام لیں تو آنکھوں کے سامنے ایک نہایت ہی کریم النفس شخصیت کا تصور ابھرتا ہے اگرچہ آپ تجارت کی وجہ سے قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ لیکن مالداروں کی کمزوریاں تکبر و غرور، نخوت خود پسندی، جبر و استحصال ان کے پاس بھی نہ پھٹکی تھیں وہ بہت ہی منکسر المزاج، متواضع اور خوش اخلاق تھے، سختی اور گستاخی سے پیش آنے والوں کے ساتھ بھی ملائمت اور نرمی کا سلوک روا رکھتے تھے۔ عفو و درگذر ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اپنی ذات کے لیے بدلہ لینے کا خیال اور انتقام کا جذبہ ان میں بالکل نہ تھا۔ سیدنا عثمانؓ صحیح معنوں میں غنی تھے، مال سے محبت کبھی نہ کی تھی بلکہ نہایت فیاضی اور دریا دلی سے اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ کرتے رہے۔ اعزہ اور رشتہ داروں سے بڑی فیاضی کا برتاؤ کرتے، اپنے ذاتی خرچ کے لیے بیت المال سے کبھی ایک پیسہ بھی نہ لیا جو کچھ خیرات کرتے اپنی جیب سے کرتے۔

سیدنا عثمانؓ حلم اور اخلاق کے پتلے تھے نہ تُرش رو تھے نہ سخت گیر، نہایت متحمل مزاج تھے۔ انتہائی سخت موقعوں پر بھی اشتعال میں نہ آتے اور نہ ہی کسی غیض و غضب کا اظہار کرتے، صبر و استقامت کا مادہ قدرت نے انہیں بحد و ساب ودیعت کیا تھا، شدائد اور مصائب پر بڑی استقامت کے ساتھ صبر کرتے اور ہر مصیبت کو خوشی کے ساتھ جھیلتے، خونریزی اور کشت و خون کو سخت ناپسند کرتے انتہا یہ ہے کہ خود شہید ہو گئے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی ذات کے لیے تلوار میان سے نکالی جائے۔

"حضرت رسول کریمؐ کی محبت رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی، سنت نبوی کی سختی سے پیروی کرتے اور ہر موقع پر فرمایا کرتے کہ میں نے آنحضرتؐ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے باوجودیکہ آپ کو نبی کریمؐ نے اس دنیا میں بہشت کی خوشخبری سنا دی تھی۔ مگر ہمیشہ خدا کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہتے تھے" (دس بڑے مسلمان ص۱۰۰)

ایسی نیک و عظیم و سلیم القلب، عالی دماغ، سخی اور کریم النفس شخصیت کی لرزہ خیز ظلم و تشدد کے ساتھ شہادت کسی بھی انسان کے لیے باعث صد حیف و حیرت ہوتی ہے مگر جب تاریخ کے اوراق تعصب کے پردوں کو چاک کر کے آشکارا کریں کہ یہ ایثارِ عظیم اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے اتحاد و استحکام اور بقا و دوام کے لیے سوچ سمجھ کر پیش کیا گیا تو ساری ملت کا دل حیف و حیرت کی بجائے تشکر و احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے، آپ نے دشمنانِ دین و ملت کے تشدد و لاقانونیت کا مقابلہ دلائل و براہین اور صبر و استقامت کے ساتھ کیا۔ سیدنا عثمان غنیؓ نے دین و ملت کے مفاد و بقا کے لیے جو مدبرانہ اور بلند ہمتانہ موقف اختیار کیا اس سے آخری دم تک ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہ ہوئے۔ نہ دشمنانِ دین و ملت کی سازش کے مطابق، نہ غم خوارانِ دین و ملت کی خواہش کے موافق۔ تاریخ نے ثابت کر دیا کہ عثمانی موقف ہی برحق تھا اور دین و ملت کی سلامتی عثمانی موقف ہی میں مضمر تھی۔ شہادتِ فاروقؓ کے واقعہ سے ملت کی نگاہیں، دشمنوں کی خطرناک سازشوں کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں اس سازش کے مقابلہ کرنے میں سیدنا عثمان غنیؓ نے جو موقف اختیار کیا اس سے سازشی پارٹی اور اس کی دین و ملت سے دشمنی مسلمانوں پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی اور مسلمانوں نے فتنۂ عظیم سے خبردار ہو کر اپنے دین اور اپنی ملت کو ان سے محفوظ کر لینے کے مؤثر اقدامات کر لیے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو عین ممکن تھا کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی عظمت اپنی زندگی کے پچیس سال بعد ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی۔

قرآن حکیم کے لیے ایک ہی قرأت اور تلفظ کی ترویج کرنا اور دشمنانِ دین و ملت کے تشدد و لاقانونیت کا مقابلہ دلائل و براہین اور علم و بردباری کے موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہ کر جان دے دینا، دین و ملت کے اتحاد و استحکام کے لیے سیدنا عثمانؓ کے دو ایسے عظیم کارنامے ہیں تاریخ عالم جن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امام مظلوم، سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت کا جانکاہ حادثہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو پیش آیا جس عابد و زاہد عثمانؓ نے مسلمانوں کے نماز پڑھنے کے لیے مساجد تعمیر کرائیں۔ دشمنِ دین سبائیوں نے مسجد میں نماز ادا کرنے سے روک دیا۔

پیارے نبیؐ کے پیارے داماد عثمانؓ ذوالنورین پر جسے پیارے نبیؐ سے دوہری دامادی کا شرف حاصل تھا فتنہ پرداز مسجد نبوی ہی میں اتنے پتھر برسائے کہ وہ بے ہوش ہو کر منبر نبوی سے نیچے گر پڑے۔

جس عاشقِ قرآن عثمانؓ نے قرآن حکیم کا ایک قرأت اور ایک تلفظ کے ساتھ خلافت اسلامیہ کے سر سر حصہ میں پہنچانے کا انتظام کیا تاکہ کوئی مسلمان بھی تلاوتِ قرآن کی سعادت سے محروم نہ رہے۔ محرف قرآن سبائیوں نے خود انہی کو قرآن حکیم کی تلاوت سے جبراً روک دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن کے نام پر فساد مچانے والے ان دشمن قرآن باغیوں نے قرآن پاک کو ٹھوکر مار کر گرا دیا۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۰)

جس عاشقِ قرآن، محسنِ ملت عثمانؓ نے مسلمانوں کی مجبوری کے دور میں اپنے مال سے میٹھے پانی کے کنوئیں خرید کر ان کے لیے وقف کر دیئے۔ سفاک سبائیوں نے ایسے خیرخواہ انسانیت پر بھی پانی بند کر دیا۔

وہ سخی و غنی عثمانؓ جو مسلمانوں پر قحط کی سختیوں کو نہ دیکھ سکتا تھا اور ایک ہی دن میں ہزاروں من غلہ مدینے کی گلیوں میں اللہ کی راہ میں لٹا دیتا تھا۔ سیاہ کار و سیاہ دل سبائیوں نے ان ہی تک اسی مدینے میں غلے کا ایک دانہ بھی پہنچنا ناممکن کر دیا۔

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، فاتح عظیم سیدنا عثمانؓ ذوالنورینؓ جن کی سلطنت کی حدود کا ایک سرا ایشیا میں کابل تھا اور دوسرا سرا افریقہ مراکش میں اور یورپ میں سپین میں تھا۔ انہیں خلافت دشمن سبائیوں نے گھر کی ایک کوٹھڑی میں محصور کر دیا۔

صرف افواہ پر ہی جس عثمانؓ کے خون کا قصاص لینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل صحابہؓ سے جانیں قربان کر دینے کا عہد لیا اور صحابہؓ کے اس عہد پر خود حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے قبولیت اور خوشنودی کا اعلان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رسول اور خلافت اسلامیہ کے ان باغی سبائیوں نے اسی بیعت رضوان والے روزہ دار عثمانؓ کو قرآن خوانی کی حالت میں انتہائی درندگی سے روز روشن میں شہید کر دیا۔ عثمانؓ ذوالنورین بے گناہ اور مظلوم شہید ہوئے ان کے قاتل ناانصاف اور ظالم تھے جنہوں نے ان کی رفاقت نہ کی وہ ان کے حکم کی وجہ سے معذور و مجبور تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، حضرت امام کو صرف اوباش قبائل اور اہل فتن کی ایک پارٹی نے قتل کیا۔ (منہاج السنۃ جلد ۲، صفحہ ۱۸۹)

امام مظلوم کے خون کے قطرے کتاب حق کی اس آیت پر گرے۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ان سے تیرا بدلہ لے گا وہ بڑا سننے والا باخبر ہے۔

سرور کونین کے داماد عزیز اور خلیفۂ برحق اتحاد و استحکام اسلامی کے پرچم بردار، ملت اسلامیہ کے امیر المومنین دنیائے اسلام کے شفیق و رحم دل حاکم کی لاش، تین دن

تک بے گور و کفن پڑی رہی کیونکہ سبائیوں نے انہیں دفنانے کی اجازت نہ دی۔ آخر تیسرے روز صبر و ایثار اور حلم و بردباری کے اس بے نظیر مجسمے کو چند مسلمانوں نے خون آلود کپڑوں میں رات کے اندھیرے میں خفیہ طور پر سپرد خاک کیا۔ یہ انسانیت سوز رویہ سبائیوں نے اس محسن ملت کی لاش سے روا رکھا جو دشمنوں سے مقابلے کے وقت مسلمانوں کے بے سرو سامان لشکروں کو اسلحہ گھوڑے، اونٹ، سامان رسد اور ہر قسم کے ہتھیار اپنی جیب سے مہیا کرتا تھا۔

تاریخ گواہ ہے امیر المومنین نہ بے بس تھے، نہ بے اختیار۔ انہوں نے عقاید باطلہ اور تشدد اور سازش کا مقابلہ دلیل روشن سے کیا اور باوجود قوت و قدرت رکھنے کے اختیار و اقتدار حاصل ہونے کے، انہوں نے تشدد و لاقانونیت کا مقابلہ جبر و تشدد سے کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا تو صرف یہ کہا۔

کسی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے یہاں تک کہ اللہ کی مشیت پوری ہو۔ میں رسول اللہ ؐ کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جس کے ہاتھوں آپ کی امت میں خونریزی کا آغاز ہو۔

عثمان غنی رضؓ نے توحید خالص کے بے میل عقیدے اور فکر اسلامی کی عصمت، خلافت اسلامیہ کے جمہوری اصول اور جمہور مسلمانوں کے حق حکمرانی کی خاطر اور اسلام اور ملت اسلامیہ کی یکجہتی اور یگانگت کی خاطر بے مثل ضبط و تحمل، عظیم صبر و استقامت اور لاثانی جذبۂ ایثار کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ سبائیوں کو اپنے مذموم عزائم کی کامیابی کے لیے افواہ سازی، اختراع پردازی، انتشار و تحریک پسندی، رائے عامہ کو گمراہ کرنے، سازش اور تشدد پہ بھروسہ تھا لیکن خلیفۂ برحق کو اللہ رسول اللہ اور جمہور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت میں مردانہ وار قربان ہو جانے پر ناز تھا سبائی ان کے درپئے آزار ہوئے لیکن انہوں نے عظیم جرأت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق سے منہ موڑنے سے انکار کر دیا۔ حتے کہ اپنی گردن کٹوا دی لیکن پرچم حق کو سرنگوں نہیں ہونے دیا حق کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے لیے سیدنا عثمان رضؓ کا کردار ہمیشہ مشعل راہ رہے گا۔ انہوں نے مسلمانوں کو جرأت و پامردی کے ساتھ مصروف جہاد رہنے کا درس دیا۔ ان کی بے مثل استقامت اور جرأت مندانہ قربانی نے دنیائے اسلام کو ایک نیا جذبہ اور نیا ولولہ بخشا ہے سبائیوں نے خدا اور مسلمانوں کے غضب سے بچنے کے لیے بہتیری سازشیں جوڑ توڑ کیے اور منصوبے چلائے۔ جمہور مسلمانوں کی حیثیت کو ختم کرنے، ان کی آزادی رائے اور آزادی عمل کو شل کرنے، مسلمانوں کے قرآن کے عطا کردہ حقوق کو غصب کرنے ان کی اجتماعی سیاسی و دینی قوت یعنی خلافت کو بے وقعت، بے معنی بنانے کے لیے غیر قرآنی عقائد گھڑ لیے تاکہ ان کے پردے میں اپنے گناہوں پر پردہ ڈال سکیں مکار سبائیوں نے بجائے خود حکومت سنبھالنے کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے نہایت عیاری سے مسلمانوں ہی کے ایک بطل جلیل کو مسند خلافت پر بٹھا دیا لیکن کوئی حیلہ بھی ان کے کام نہ آیا۔ اور وہ اپنے آپ کو نہ اللہ کے غضب سے بچا سکے، نہ مسلمانوں کے انتقام سے احکم الحاکمین کا حکم پورا ہو کر رہا کہ:۔

کوئی بیعت رضوان کا عہد توڑے گا اس کا وبال اس پر ہو گا۔ (فتح: ۱۰)

اللہ کا احسان ہے اسلام اور ملت اسلامیہ کو ختم کرنے کا سبائی منصوبہ ناکام رہا اور وہ اپنی سیاہ بختی پر ہمیشہ ناکامی اور نامرادی کے آنسو بہاتے رہے۔ وہ صحابہ کرام رضؓ اور زعمائے ملت کو اپنے دام فریب میں پھنسانے میں ناکام رہے سب نے ان کے عقاید باطلہ کی تکذیب کی، تمام امہات المومنین، صحابہ کبارؓ، تمام ممالک اسلامیہ قصاص عثمان پر متحد و متفق ہو کر سبائیوں کے خلاف قہر خداوندی بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وارثان عثمان رضؓ کے علاوہ حضرات عبد اللہ بن عمر رضؓ، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن سلام رضؓ، اسامہ بن زید رضؓ، مغیرہ بن شعبہ رضؓ، حسان بن ثابت رضؓ، کعب بن مالک رضؓ، رافع بن خدیج رضؓ، نعمان بن بشیر رضؓ، زید بن ثابت رضؓ، فضالہ بن عبید رضؓ، قدامہ بن مظعون رضؓ، صحابہ کرام کے اسمائے گرامی حق بینی، حق گوئی اور حق پرستی کے آسمان پر شمس و قمر کی طرح چمکتے رہیں گے۔

شیخ الاسلام امام عسقلانیؒ، سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ کا ایک ارشاد نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں" ذکر کیے گئے قرآ سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عثمان رضؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے سر نا کردہ گناہ منڈھ کر جھوٹا پراپیگنڈہ کیا اور آپ کو شہید کر کے رہے، پھر حضرت علی رضؓ کے ساتھ ہو گئے مگر اس کے بعد حضرت علی رضؓ کے خلاف بھی خروج کیا اور مآل کار آپ کو بھی جام شہادت پلایا۔ (فتح الباری، کتاب التوحید)

حضرت علی رضؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ نے باہر سے حب علی رضؓ اور اندر سے بغض علی رضؓ رکھنے والے، دن لشکر حسن رضؓ میں اور رات لشکر معاویہ رضؓ میں گزارنے والے بارہ ہزار سبائیوں کی فہرست حضرت حسن رضؓ کو بھیجی اور دعوت صلح دی۔ حضرت حسن رضؓ نے ابھی صلح کا ارادہ ہی کیا تھا کہ بقول شیعی مجتہد ملا باقر مجلسی سبائیوں نے ان کے خلاف بلوہ کر دیا۔ اور کہا کہ (معاذ اللہ) یہ شخص اپنے باپ علی رضؓ کی طرح کافر ہو گیا ہے۔ (جلاء العیون باب ۴ فصل ۵ صفحہ ۳۱۳ اخبار الطوال صفحہ ۲۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کہ اگر تم حاکم بنو تو حسن سلوک سے حکومت کرنا سیدنا امیر معاویہ رضؓ نے حضرت حسن رضؓ کے تمام مطالبات کو نہایت فراخدلی سے منظور فرمایا اور امام احمد بن حنبلؒ کی طرف سے "سید کریم" کا لقب پایا۔

حضرت حسن رضؓ نے آنحضرت کی پیشگوئی کہ میرا بیٹا سردار ہے اور امیر ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ امیر معاویہ رضؓ کی صلح کی پیشکش کو قبول فرمایا۔ اور ۴۱ھ ربیع الاول میں مجمع عام میں خلیفہ راشد امیر المومنین امیر معاویہ رضؓ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور اس کے ساتھ تمام صحابہ کبار رضؓ نے بھی امیر المومنین امیر معاویہ رضؓ کے ہاتھ پر بیعت فرما کر اتحاد اسلامی دوبارہ قائم کر دیا۔ ملت نے اسی خوشی میں اس سال کا نام "عام الجماعت" رکھا اور اسے دور نبوی ؐ کے بعد تاریخ امت کا سب سے بڑا برکت و عظمت والا دن قرار دیا۔

شاہ ہے حسن رضؓ، بادشاہ ہے حسن رضؓ
دین دوست ہے حسن رضؓ دین پناہ ہے حسن رضؓ
اقتدار چھوڑا مگر نہ چھوڑا اتحاد اسلامیان
حقا کہ بنائے فاصلحوا بینہما ہے حسن رضؓ

کتاب حق کا وہ نسخہ عثمان رضؓ کے خون مقدس کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ قاتلان عثمان رضؓ کے مقدر شدہ انجام کی نشاندہی کر رہا ہے۔ سبائیوں کو زبردست دھچکا لگا وہ ملت اسلامیہ کے اتحاد کے سامنے شکست فاش کھا کر باطنیت کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ خلافت اسلامیہ کے خلاف سبائیوں کی کھلی دشمنی اور خفیہ سازش کے باوجود حکومت عرب سے نکل کر عجم میں نہ جا سکی۔ بلکہ صدیوں تک اولین داعیان اسلام یعنی عرب مسلمانوں میں رہی۔ پہلی پوری صدی یہ عظیم ذمہ داری بنو امیہ کے مضبوط کندھوں پر رہی جنہوں نے خالص توحید اور بے میل اسلام کی عظمت کے جھنڈے ایشیا، افریقہ اور یورپ کے تینوں براعظموں میں گاڑ دیے۔ خلفاء بنو امیہ کے دور خلافت میں سلطنت اسلامیہ اپنی برکتوں، فضیلتوں اور رحمتوں کے ساتھ یورپ میں بحر اٹلانٹک سے لے کر بحر ہند میں سندھ تک اور سپین سے لے کر دریائے نیل کی آبشاروں تک پھیل گئی اس طرح وہ فرمان الٰہی پورا ہو گیا کہ جنہوں نے بیعت رضوان کا عہد پورا کیا تو ان کو اجر عظیم دیا جائے گا۔ (فتح ۱۰) یہ نتیجہ تھا سیدنا عثمان رضؓ کے مدبرانہ موقف اور عظیم قربانی کا یہ اعجاز تھا خون عثمان کی آبیاری کا، تاریخ اسلام کا ایک ایک دور پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

شہادت عثمان رضؓ ہی اصل میں حیات اسلام ہے
اسلام زندہ ہوا ہے ایثار و استقامت عثمان رضؓ سے

خدام الدین کے مضمون نویسوں سے گزارش ہے!

ادارہ خدام الدین کے نام پر بعض حضرات ایسے مضامین اور خبریں ارسال کرتے ہیں جنہیں پڑھا نہیں جا سکتا اور کاغذ کے دو طرف لکھ دیتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے کاغذ کے پرزے شامل کر دیتے ہیں۔

جن حضرات کے مضامین صاف خوشخط اور اچھے کاغذ پر تحریر شدہ ہوں گے وہ شائع بھی کیے جائیں گے مضمون لکھتے وقت سطریں کشادہ رکھیں تاکہ اصلاح کی گنجائش نکل سکے۔

مراسلات اور خبریں مختصر تحریر فرمایا کریں۔

(ادارہ)

امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ

○ سیاسی تدبّر ○ انقلابی ذہن ــــ اور ○ قوتِ عمل کا متوازن نمونہ

ــــ ابو سلمان شاہجہانپوری

جنوری ۱۸۹۱ء میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ دارالعلوم دیوبند اور کانپور، رام پور، گنگوہ، اور دارالحکومت دہلی کے اہلِ علم اور اصحاب درس و تدریس سے اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد سندھ واپس تشریف لائے حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ بھرچونڈی والے اس وقت رحلت فرما چکے تھے چند ماہ بھرچونڈی میں قیام کے بعد مئی میں مولانا حضرت سید العارفین کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسن تاج محمود کے پاس امروٹ (ضلع سکھر) چلے گئے ان کا برتاؤ مولانا کے ساتھ ایک شفیق باپ اور مربی کا برتاؤ تھا۔ انہوں نے مولانا کی شادی کرائی، گھر دیا، مطالعہ کے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا۔ تقریباً آٹھ سال تک مولانا سندھی مرحوم نہایت اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ مطالعے اور اشتغال و افکار میں مصروف رہے۔

شاہ اسمٰعیل شہید سے عقیدت

دورانِ مطالعہ مولانا سندھی مرحوم نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے حالات اور ان کی تحریک احیائے دین اور دعوت تجدید کا مطالعہ کیا۔ چونکہ مولانا سندھیؒ کا رجحان شروع ہی سے مولانا شہیدؒ کی جانب تھا اور ان سے ایک قلبی تعلق رکھتے تھے پھر دیوبند کی طالب علمی کے زمانے میں ان کے بہت سے واقعات و حکایات سنی تھیں جن سے ان کی عقیدت کا نقش دل پر اور گہرا ہو گیا تھا۔ پھر دہلی میں مولانا عبدالکریم دیوبندی سے تعلیم کے زمانے میں سقوط دہلی کے چشم دید حالات سنے تھے ان سے ان کا دل بہت متاثر ہوا تھا اور اسی وقت سے دارالحکومت دہلی کی سیاسی و علمی مرکزیت اور تاریخی اہمیت ان کی نظر میں بہت بڑھ گئی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں:

"میرا دماغ بچپن سے خاندانی عورتوں کی صحبت میں انقلاب پنجاب کے تکلیف دہ حالات سے بھرا ہوا تھا۔ اس میں ایک قسم کا انقلاب آیا۔ پہلے جو کچھ لاہور کے لیے سوچتا تھا اب دہلی کے لیے سوچتا رہا۔"

سیاسی کام کی ابتدا

مولانا سندھی مرحوم کا ذہن اس جماعت کے انقلابی روح سے دورانِ تعلیم ہی آشنا ہو چکا تھا جس کے روح رواں اس عہد میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی تھے۔

سندھ کے اسی دورانِ قیام میں مولانا سندھی مرحوم نے حضرت اسمٰعیل شہیدؒ کے مکتوبات سے استفادہ کر کے ایک مختصر سیاسی پروگرام بنا لیا۔ جو اسلامی بھی تھا اور انقلابی بھی۔ مگر برصغیر پاک و ہند کے باہر مسلمانوں کی تحریک سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا اور اس پروگرام کے مطابق مولانا نے سندھ میں کام بھی شروع کر دیا تھا۔

دیوبند کا سفر

۱۸۹۰ء میں مولانا سندھی مرحوم نے دیوبند کا سفر کیا۔ مولانا نے اپنے مطالعہ و فکر کے نمونے کے طور پر علم حدیث اور فقہ حنفی میں دو رسالے مرتب کیے تھے۔ وہ حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت نے انہیں دیکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ بعض مسائل جہاد کے سلسلے میں مولانا سندھیؒ کے خیالات سنے اور ان کے سیاسی پروگرام سے واقف ہوتے تو چند اصلاحات کا مشورہ دے کر ان کے سیاسی پروگرام کو تحریک اتحاد اسلامی کی ایک کڑی بنا دیا۔ اور اس کام کو جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

مولانا سندھی مرحوم فرماتے ہیں: "اس کے بعد میرے تعلیمی اور سیاسی تمام مشاغل حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے وابستہ رہے۔"

حضرت شیخ الہندؒ نے ان کے سیاسی رجحان، انقلابی ذہن، قوتِ عمل اور ذہنی و فکری صلاحیتوں کا ان کے زمانہ طالب علمی ہی میں اندازہ کر لیا تھا انہیں توقع تھی کہ اس جوہرِ قابل سے تحریک آزادی کی کامیابی اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے عظیم الشان مستقبل کی امیدیں وابستہ کی جا سکتی تھیں۔ ان کی دوررس نگاہیں دیکھ چکی تھیں کہ ان کی مخصوص جماعت کی انقلابی روح کو سمجھنے اور حالات و مصالح کے مطابق اسے بروئے کار لانے کی بے پناہ صلاحیتیں ان کے اندر موجود ہیں۔ اس لیے وہ آپ کی توجہ اور نظرِ التفات کے شروع سے مرکز تھے۔ اس لیے جب وہ سندھ تشریف لائے تب بھی تعلق قائم رکھا اور جب ۱۸۹۰ء میں انہوں نے دیوبند کا سفر اختیار کیا تو گویا انہیں اس تحریک سے وابستہ کر لیا جس کی رہنما خود آپ کی ذاتِ گرامی تھی۔

مطبع و رسالہ کا اجراء

امروٹ تشریف لانے کے بعد تقریباً دو سال تک مولانا سندھیؒ ایک مطبع چلاتے رہے جس سے انہوں نے عربی اور سندھی کی بعض نادر کتابیں شائع کیں اور ایک ماہوار رسالہ "ہدایت الاخوان" کے نام سے نکالتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ مطبع کے قیام اور رسالے کے اجراء سے ان کے سیاسی کاموں میں آسانی پیدا ہو گی لیکن انہوں نے محسوس کیا کہ وقت سیاسی پروگرام کی نشر و اشاعت سے زیادہ اصحاب استعداد کی تعلیم و تربیت کا متقاضی ہے۔ رسالے میں نہ کھل کر لکھ سکتے تھے اور نہ اس کے وہ اثرات ہی پیدا ہو سکتے تھے جو کسی صاحب استعداد کو تعلیم و تربیت کا موضوع بنانے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اخبار یا رسالے کے ذریعے تحریک چلانے سے حکومت بھی چوکنی ہو جاتی ہے اور بہت سے وہ اصحاب جو تحریک سے دلچسپی رکھتے ہیں لیکن عزم و استقامت کی خوبی اپنے دامنِ سیرت میں نہیں رکھتے وہ بھی الگ ہو جاتے ہیں۔

مدرسہ دارالرشاد کا قیام

مولانا سندھیؒ نے حالات و مصالح وقت کا از سر نو جائزہ لیا اور مطبع و رسالے کے قیام و اجراء کے مقابلے میں مدرسے کے قیام اور درس و تدریس کے سلسلے کو زیادہ مفید پایا۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء میں مولانا راشد اللہ صاحب العلم الرابع نے مولانا کی تجویز کے مطابق گوٹھ پیر جھنڈا (ضلع حیدر آباد) میں دارالرشاد کے نام سے ایک مدرسہ بنانے کا فیصلہ کر لیا اور مولانا سندھی سات سال تک کامل انتظامی علمی اختیارات کے ساتھ اسے چلاتے رہے اور تمام اسلامی علوم و فنون کی درس و تدریس کے ساتھ اپنے سیاسی پروگرام کے مطابق مخصوص طلبہ کی سیاسی تربیت بھی فرماتے رہے۔ اس دوران میں حضرت شیخ الہندؒ سے ان کا برابر تعلق رہا۔ اور حضرت مدرسہ کے امتحان کے لیے بھی متعدد بار تشریف لاتے۔

۱۹۰۵ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا سندھیؒ کو دیوبند بلایا اور صلاح و مشورہ کے بعد انہیں جانے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ سندھ سے بھی ان کا تعلق قائم رہا۔ دیوبند میں مولانا سندھیؒ نے جمعیۃ الانصار کے نام سے ایک جمعیت قائم کی اور دیوبند کے قدیم طلبہ کی سیاسی تربیت اور دیگر قومی و سیاسی کاموں میں مصروف رہے۔ حضرت مولانا حافظ محمد صادق صاحب بانی مدرسہ مظہر العلوم اسلام آباد

(محلہ کھڈہ) کراچی، مولانا ابو محمد لاہوری اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری بانی انجمن خدام الدین لاہور یہ تینوں حضرات شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ جمعیۃ الانصار کی تحریک تاسیس میں مولانا سندھیؒ کے شریک و معاون رہے۔

جمعیۃ الانصار دیوبند

اس زمانے میں چونکہ مولانا سندھیؒ کھل کر سیاسی میدان میں آ گئے تھے۔ وہ دن رات اسی فکر میں مشغول رہے تھے۔ انہوں نے سیاسی بیداری کے ایک تحریک پیدا کر دی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ کو ایک ایسے سرفروش مجاہد اور انقلابی ذہن و فکر رکھنے والے کی مدت سے تلاش تھی۔ مولانا سندھیؒ کے اخلاص و ایثار سے وہ ان کے زمانہ طالب علمی میں واقف ہو گئے تھے۔ دوسرے سفر میں انہیں اپنے سیاسی کام میں شریک کر لیا تھا لیکن ابھی ان کی تربیت کی ضرورت تھی اور اس سے پہلے کوئی اہم کام سپرد کرنا حضرت کی دور اندیشی اور حکمتِ عملی کے خلاف تھا۔ اس لیے سندھ میں کام ایک پروگرام دے کر انہیں واپس بھیج دیا۔ لیکن ان سے تعلق برابر رکھا۔ اور ان کے کاموں پر نظر رکھی۔ صلاح و مشورہ سے ان کی ہدایت فرماتے رہے اور جب ان کا فکر پختہ اور سیرت میں استحکام پیدا ہو گیا۔ علم میں رسوخ اور عقائد سیاسی میں انہیں کامل درجے کا یقین حاصل ہو گیا اور تقریباً دس سال تک انہیں ہر طرح قابل اعتماد پایا تو انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

اب بھی ضرورت تھی کہ انہیں اپنے پاس رکھ کر تعلیم و تربیت کے ذریعے فکر و سیرت کا پہلو کامل طور پر مستحکم کر دیا جائے چنانچہ تقریباً چار سال تک انہیں دیوبند میں رہ کر کام کرنے کا موقع دیا۔ اب جب کہ یہ مقصد حاصل ہو گیا تھا اور دیوبند میں رہ کر کام کرنے میں بعض مشکلات بھی پیش آ رہی تھیں۔ ۱۹۱۳ء میں انہیں دہلی جا کر کام کرنے کا حکم دیا۔ مولانا نے نظارۃ المعارف نامی ایک ادارہ قائم کر کے جدید تعلیم یافتہ اور قدیم مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کے مطابق قرآن کریم پڑھانا اور ان کی سیاسی تربیت کرنا شروع کی۔ مولانا سندھی مرحوم نے اس زمانے میں قرآن حکیم کے انقلابی فکر پر مبنی تحریک استخلاص وطن کے سلسلے میں دو رسالے بھی شائع کیے تھے جنہیں حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور انہیں سخت خطرناک قرار دیا گیا ہے۔

نظارۃ المعارف، دہلی

حضرت شیخ الہندؒ دراصل ایک منصوبے کے مطابق کام کر رہے تھے اور مولانا سندھیؒ کو کسی ایسے عظیم کام کے لیے تیار کر رہے تھے جو ابھی تک مولانا کی نظروں سے اوجھل تھا۔ واقعات کی کڑیوں کو ملایا جائے تو یہ خیال حدِ یقین تک پہنچ جاتا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں حضرت کی توجہ، اسماعیل شہیدؒ کی تحریک کا ان سے تعارف، مولانا کے سندھ واپس جانے کے بعد ان سے تعلق ۱۸۹۸ء کے سفر دیوبند میں ان کی سیاسی راہنمائی اور ان کے کام کو تحریک اتحادِ اسلامی کی ایک کڑی بنانا۔ گوٹھ پیر جھنڈا میں ان کی رہنمائی اور ان سے تعلق، پھر ۱۹۰۹ء میں انہیں دیوبند بلانا اور وہیں رہ کر کام کرنے کا حکم دینا، اپنی خاص جماعت کی مرکزی طاقت سے اُن کا تعارف کرانا، پھر دہلی جا کر کام کرنے کا حکم دینا۔ نظارۃ المعارف کے قیام میں ان کی مدد اس کے سرپرستوں میں سے حکیم محمد اجمل خان اور نواب وقار الملک کو برابر درجے پر شریک کرنا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری سے ان کا تعارف کرانا، ایک ہی سلسلہ تعلیم و تربیت کی مختلف کڑیاں ہیں۔

کل ہند قومی سیاست سے تعارف

حضرت شیخ الہندؒ نے نظارۃ المعارف کے سرپرستوں میں نواب وقار الملک کو شامل کر کے اور ڈاکٹر انصاری سے مولانا کا تعارف کرا کے یہ انتظام کر دیا کہ مولانا سندھی مرحوم ڈاکٹر صاحب مرحوم کے ذریعے برصغیر پاک و ہند کی مسلم قیادت جس کی باگ ڈور اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی جوہر کے ہاتھوں میں تھی اور نواب صاحب کے ذریعے حزب ولی اللہی کی شاخ علی گڑھ کی سیاسی روح سے وہ واقف ہو جائیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کے اس انتظام کا نتیجہ تھا کہ مولانا سندھیؒ مسلمانان ہند کی اعلیٰ سیاسی طاقت سے واقف ہو گئے اور رفتہ رفتہ کل ہند اسلامی سیاست کے نشیب و فراز سے پوری طرح آگاہ ہو گئے۔

دو سال تک نظارۃ المعارف کے کام میں مصروف رہے اور یہ مصروفیت چونکہ ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں تھی۔ اس لیے انہیں ملکی اور قومی سیاست کے نشیب و فراز کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ دہلی میں رہ کر انہیں اندازہ ہوا کہ اب تک سندھ اور دیوبند میں رہ کر جو کام وہ کرتے رہے ہیں وہ کام درحقیقت نہایت اہم اور ملک گیر تحریک کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ دہلی میں رہ کر انہیں بین الاسلامی اور بین الاقوامی سیاست کے نشیب و فراز کا اندازہ بھی ہوا۔ دارالسلطنت میں رہ کر کام کرنے کی ہدایت بھی دراصل حضرت شیخ الہندؒ کے منصوبے کی ایک کڑی تھی۔ وہ ان سے آئندہ اور بہت بڑا اہم کام لینے والے تھے اس لیے ضروری تھا کہ وہ اس کے لیے ذہنی طور پر بھی تیار ہو جائیں اور یہ تیاری بغیر اس کے ممکن نہ تھی کہ انہیں بین الاقوامی سیاست کے مرکز میں پہنچا دیا جائے۔

کابل جانے کا فیصلہ

دو سال کی عملی سیاسی تربیت کے بعد جب مولانا سندھی مرحوم بین الاقوامی سیاست کو سمجھنے اور اس کی گتھیوں کو سلجھانے کے ہر طرح اہل ہو گئے تو انہیں ۱۹۱۵ء کے شروع میں کابل جانے کا حکم ملا۔ کابل کے لیے حضرت شیخ الہندؒ نے انہیں کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ حضرتؒ کو مولاناؒ پر اعتماد تھا۔ کہ وہ کابل پہنچ کر حالات و مصالحِ وقت کے مطابق خود پروگرام بنا لیں گے۔ اصل ضرورت سیاسی مزاج بنانے، سیاسی شعور پیدا کرنے اور عملی سیاست کے داؤ پیچ سے واقفیت کرانے کی تھی اور بلاشبہ مولانا سندھیؒ کی تعلیم و تربیت کا یہ پہلو ہر طرح قابل اطمینان تھا۔ حضرتؒ نے ان کی فکری و نظری تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کا انتظام بھی نہایت سلیقے کے ساتھ کر دیا تھا۔ اور اس طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہ تھی۔

مولانا سندھیؒ اپریل ۱۹۱۵ء کے شروع میں دہلی سے روانہ ہوئے اور سندھ تشریف لے آئے اور بظاہر بڑے اطمینان کے ساتھ دارالرشاد میں گوٹھ پیر جھنڈا میں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے لیکن درحقیقت یہ بظاہر اطمینان و قیام صرف سی آئی ڈی کو دھوکا دینے کے لیے تھا۔ سی آئی ڈی ان کا پیچھا کر رہی تھی اور ان کی شب و روز کی مصروفیتوں اور مشغولیتوں کی کڑی نگرانی کر رہی تھی اس صورت میں ملک سے باہر نکل جانا مخدوش تھا لیکن اس دوران قیام و سکون میں ایک لمحے کے لیے بھی مولانا اپنے مقصد سے غافل نہ ہوئے۔ وہ برابر انتظامات میں بھی مصروف رہے اور راستے کے بارے میں معلومات بھی فراہم کرتے رہے۔ سی آئی ڈی کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے اور سفر کے انتظامات میں تقریباً چار ماہ لگ گئے اور جب ہر طرح کا اطمینان انہیں حاصل ہو گیا تو اگست کی ایک شب کو وہ قابل اعتماد رہنما کو ساتھ لے کر نکل کھڑے ہوئے اور شاہراہوں کو چھوڑتے، رات دن سفر کرتے ہوئے علاقہ غیر میں داخل ہو گئے تو اطمینان کا سانس لیا۔ ۱۵ اگست کو مغرب کی نماز انہوں نے افغانستان کی سرحد میں پڑھی اور ۱۵ اکتوبر کو وہ کابل پہنچ گئے۔

کابل پہنچ کر مولانا سندھیؒ کو اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کے حاصل ان کے سامنے غیر منظم شکل میں موجود ہیں اور ان کے تنظیم و رہنمائی

پاکستانی سکولوں میں نصابِ دینیات کے عملی پہلو کا تنقیدی جائزہ

از ڈاکٹر محمد مقصود عالم مجاہدی ۔ منڈی چوہڑکانہ

منصوبہ بندی کسی مہم کی کامیاب تکمیل کی روح اور بنیادی ضرورت ہے۔ دینی تعلیم کے میدان میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہاں پر خام مواد ایسے انسان ہوتے ہیں جن کی طبائع کو ایک خاص انداز اسلامی میں ڈھالنا مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ اچھے شہری، اچھے انسان اور مثالی مسلمان بن سکیں اور ان کے دل اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت اور قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کی تعظیم و توقیر سے معمور ہوں (پاکستان کے ابتدائی مدارس کا نصاب وزارت تعلیم حکومت پاکستان ۱۹۶۱ء، صفحہ نمبر ۱۱۹)

اگر ہم پاکستان کے ابتدائی مدارس کے نصاب دینیات کا قریب سے جائزہ لیں اور پھر اس نصاب کی تکمیل کر چلنے والوں کی عملی زندگیوں کو اسلامی روایات کی روشنی میں پرکھیں تو ہمیں سخت مایوسی ہو گی۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہماری منصوبہ بندی ایسی نامکمل اور ناقص رہی ہے کہ ہم اس نصاب دینیات اور اس نظام تعلیم کے ذریعے بہت کم ایسے مسلمان پیدا کر سکے جو کہ سچائی، راست بازی، ایمان داری، خدمت، ایثار، رواداری، سخاوت سادگی، عدل اور حب الوطنی اور خوش اخلاقی کا پیکر ہوں۔ جن کی زندگیاں، جھوٹ، مکاری، چوری، غیبت گالی اور افعال شنیعہ سے مکمل احتراز میں گزرتی ہوں اور جن کی گھٹی میں اسلامی روایات نے دخول کر کے انہیں ہر شعبہ زندگی میں احکام خداوندی کی اتباع اور سنتِ رسولؐ کی اطاعت پر مجبور کیا ہو اور جو اتحاد، تعاون، تنظیم اور تہذیب اسلامی کا کامل نمونہ ہوں۔

جب سے پاکستان وجود میں آیا۔ تعلیم و تربیت دین کو صحیح خطوط پر لانے کی کوئی مخلصانہ کوشش نہ کی گئی اور اس کی سزا ہمیں مل رہی ہے اس چھبیس سالہ دور آزادی میں ہم نے تربیت دین کو بری طرح سے نظر انداز کیا حالانکہ تربیتِ دین ہی تو تعلیم دین کا اہم ترین پہلو تھا۔ اس دور میں یہی کافی سمجھ لیا گیا کہ چند قرآنی آیات کے حفظ کرانے، چند عقائد کو رٹوانے اور آداب و اخلاق کی چند باتیں بتا دینے سے ہی نصاب دینیات کی تدریس کے مقاصد پورے ہو جائیں گے، امتحان میں سچائی کے موضوع پر اگر کوئی سوال دریافت کیا گیا تو جس طالب علم نے سچائی کے موضوع پر رٹا رٹایا تسلی بخش جواب لکھ دیا وہ کافی اچھے نمبر لیکر پاس ہو گیا اگرچہ اپنی عملی زندگی میں وہ طالب علم سخت جھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ تعلیم دین میں تو تربیت کا پہلو حقیقی طور پر نمبروں کا مستحق تھا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ عمل کے نمبر ملتے جماعت اول کے نصابِ دینیات میں یہ بات شامل ہے کہ جب بچے اپنے والدین، اساتذہ، دوستوں اور عزیزوں سے ملیں یا ان سے جدا ہوں تو السلام علیکم کہیں اور جب کوئی السلام علیکم کہے تو وعلیکم السلام کہیں۔ نصاب میں رکھے جانے والے اس اصول کا حقیقی مقصد بچوں میں ان عادات کا پختہ کرنا ہے چاہیئے تو یہ کہ اساتذہ یہ بات روزانہ دیکھیں کہ جب بچے سکول میں آتے ہیں تو آپس میں ملتے وقت اور استاد سے ملتے وقت السلام علیکم کہتے ہیں یا نہیں اور پھر بچوں سے یہ پوچھا بھی جاتے کہ کیا وہ گھر سے سکول آتے وقت السلام علیکم اور سکول سے گھر پہنچ کر اپنے والدین کو السلام علیکم کہتے ہیں یا کہ نہیں اس طرح کی مسلسل نگرانی سے بچوں میں یہ عادت پختہ ہو جائے گی یہ عادت اور ایسی ہی دوسری عادات کا جائزہ لینے کے لیے چارٹ تیار کرنا ضروری ہیں تاکہ بچوں کے روزانہ معمولات کا جائزہ ہوتا رہے اور ان میں حقیقی اسلامی روایات عملی طور پر سرایت کر جائیں۔ اسی طرح درجہ دوم میں بچوں کو استاد، والدین اور بزرگوں کی عزت و احترام کی عملی تربیت دی جائے۔ ان میں سچائی، صفائی اور سادگی جیسی اچھی عادات پیدا کی جائیں درجہ سوم کے نصاب میں جھوٹ، دھوکا، چوری، گالی اور چغلی جیسی عادات سے احتراز کی تعلیم شامل ہے استاد شروع ہی سے بچوں میں ایسی عادات نہ پیدا ہونے دے ان کی مسلسل نگرانی کرے۔ ان عادات کے برے نتائج کو اجاگر کرے۔ جو بچے ان عادات میں ملوث دیکھے جائیں انہیں سزا دے اور اللہ کے دربار میں سزا کا خوف دلائے اور اس طرح عملی طور پر ان برائیوں کا سدباب کرے۔ جماعت چہارم اور پنجم کے نصاب میں یہ شامل ہے کہ بچے روزمرہ امور میں بسم اللہ کا استعمال کریں۔ مہمان نوازی عیادت کرنا، ایفائے عہد، پابندی وقت، سادگی، سخاوت رحم دلی، معاف کرنا، تحمل، انصاف اور عام میل جول میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ بھی شامل نصاب ہیں اگر ہم یہ تمام عادات عملی طور پر بچوں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں تو سکولوں سے فارغ التحصیل طلبہ اچھے شہری اور اچھے مسلمان بن سکتے ہیں چاہیے کہ ان عادات کا جائزہ لینے کے لیے ایک سالانہ چارٹ بنایا جائے اور ہر بچے کے سال بھر میں ان عادات پر عمل کو سامنے رکھتے ہوئے نمبر بھی دیئے جائیں اور یہ نمبر سالانہ امتحان میں شامل کیے جائیں۔ اس طرح بچوں میں اچھی عادات پیدا کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

عقائد و نظریات

اخلاقیات کی عملی تربیت کے فقدان کے ساتھ ساتھ ہمیں عقاید کے معاملہ میں بھی سخت مایوسی ہوتی ہے ہم بچوں کو یہ تو سکھاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین نہیں کراتے کہ مسلمان سے مراد ایسا انسان ہے جو خداوند تعالیٰ کے احکام کی اتباع اور اطاعت رسولؐ میں اپنی جان کی بازی تک لگانے سے گریز نہ کرے۔ ہم نے یہ بات تو رٹوا دی کہ اللہ ہم سب کا مالک ہے اور وہ قادرِ مطلق ہے لیکن بچوں کے اذہان میں اس کے معنی اتنے سطحی رہے کہ وہ لاشعوری طور پر ہر طاقت ور چیز سے ڈرتا رہے کہیں صوفیوں اور درویشوں کی ناراضگی کا ڈر، کہیں پیروں اور ولیوں کے روٹھ جانے کا خوف، کہیں سفارش اور رشوت کی عدم موجودگی میں کام نہ سنورنے کا خوف، کہیں امریکہ یا چین کے روٹھ جانے سے اپنے ملک کے وجود کا ڈر، انہیں ہمیشہ دامنگیر رہا۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے روٹھ جانے کا ڈر بچوں کے اذہان میں پیدا نہ ہو سکا۔ کیا ہی مفہوم تھا۔ اس جملہ کا۔ "اللہ قادر مطلق ہے"۔ ہم نے عقاید کی تعلیم دیتے وقت یہ بات تو رٹوا دی اور پرچوں کے ذریعے لکھوا بھی دی کہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن بہت سے پوشیدہ خدا ہمارے اذہان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سوار رہے ہم نے رسالت کا بیان کیا لیکن کس انداز سے "انسانوں کی بے راہ روی پر ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ خاص بندے مقرر کرتا ہے"۔

(نصاب تعلیم کی ماہانہ تقسیم برائے جماعت اول تا پنجم از پنجاب محکمہ تعلیم دفتر انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن لاہور صفحہ ۳)

لیکن ہمیں یہ بات داخل نصاب کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ رسولِ پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان کے بعد جو دعوئے نبوت کرے گا وہ دجّال اور کذاب ہوگا۔ یہ بات ہم نے کیوں شامل نصاب نہ کی کیونکہ وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان کے خیال کے مطابق "اس نصاب میں کوئی متنازعہ فیہ مسئلہ جو معاشرتی یک جہتی اور قومی استحکام کو ضعف پہنچانے کا موجب بن سکتا ہے، شامل نہیں کیا گیا۔" (پاکستان کے ابتدائی مدارس کا نصاب' ادارہ نفاذِ اصلاحات تعلیمی کمیشن' وزارتِ تعلیم' حکومت پاکستان سنہ ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۱۹)

گویا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اتحاد کے اس سنہری اصول کی آڑ میں ہم نے اسلام کے ایک انتہائی بنیادی عقیدہ، عقیدۂ ختم نبوت کو ایک متنازعہ فیہ مسئلہ تسلیم کر لیا، مدارس میں اس کی کھلی کر تعلیم بند کی اور ادھر عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں کو اپنے تعلیمی اداروں کے اندر اپنے عقاید کی تبلیغ کی کھلی چھٹی دے دی۔ اس فلسفۂ تعلیم کے نتائج ایسے سنگین اور لرزہ خیز ہو سکتے ہیں جن کے تصور تک سے روحِ مسلمان کانپ اٹھتی ہے۔

جماعت پنجم کے نصابِ دینیات میں قیامت کا بیان، بہشت اور دوزخ اور اعمال کے بدلے جیسے عقاید شامل ہیں لیکن تربیتی پہلو اس قدر کمزور ہے۔ کہ قیامت کا خوف کیے بغیر ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ اعمال کے بدلہ پر لفظی ایمان ہے۔ عملی طور پر نہایت دیدہ دلیری سے ہم برائیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ نیک اعمال کرنے والوں کو بے وقوف تصور کرتے ہیں، کیا رشوت دھوکہ، چوری، بدتہذیبی اور بدمعاشی میں روز بروز اضافہ نہیں ہو رہا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ افعال شنیعہ کا ارتکاب اور قیامت پر اور اعمال کے بدلہ پر ایمان' ایک ہی شخص میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم نے دین کے عملی پہلو کو نظر انداز کیا۔ تعلیم دین کو ایک رسمی مضمون کی حیثیت دی اور نتیجہ بے عملی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اسلام دشمن عناصر کو اس موقف کا جواز میسر آیا۔ کہ اسلام ایک عملی مذہب نہیں۔ مجھے ۱۹۶۹ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے بعض ماہرین تعلیم کی زبان سے یہ بات سن کر انتہائی دکھ ہوا کہ اسلام عملی مذہب نہیں اور اس کی تعلیم سکول میں نہ دینا چاہیئے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ہم بچے کو ایمانداری کا سبق دیتے ہیں۔ اور معاشرہ کے اندر وہ ہر وقت ایماندار نہیں رہ سکتا اس لیے ایک ذہنی تضاد رہتا ہے۔ اس تضاد کو دور کرنے کا طریق یہی ہے کہ ہم بچے کو ایسی تعلیم ہی نہ دیں۔ اس طرح وہ تعلیم دین کو نصاب تعلیم سے خارج کرنے کے حامی تھے اور ان کے اس فلسفہ کی پشت پر وہ اسلام دشمنی کار فرما تھی جس کا نتیجہ اب عیاں ہے۔

بے عمل تعلیم دین اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ جب سائنس میڈیکل، انجینیرنگ اور ایسے ہی دوسرے شعبہ جات میں تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تعلیم ایک انتہائی لازمی جز قرار دیا جاتا ہے تو کیا تعلیم دین ہی ایسی چیز ہے کہ اس میں پریکٹیکل کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اسلام تو ہے ہی عملی مذہب، یہ عمل کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ امن مفقود ہے اور دہریت مورچے میں بیٹھی ہے یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ ہماری تعلیم دین ہی خدا اور قیامت پر ایمان لا سکایا جائے اور دہریت بھی بڑھتی چلی جائے۔ اتحاد و اخوت کے اسباق بھی دیئے جائیں اور علاقائی تعصبات کی آگ ملک کے ایک حصّہ کو بھسم کر کے دوسرے حصص کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہو۔ یہ سب ہولناک نتائج ہیں۔ ہمارے قول و فعل کے تضاد کے ہم نے قرآن و حدیث کو ناولوں تک کا بھی مقام نہ دیا ہم نے شعارِ دین کو صرف اس لیے پڑھا پڑھایا کہ وہ نصاب میں شامل ہیں لیکن اسلام کو ایک لائحہ عمل نہ جانا اسے زندگی گزارنے کے لیے ایک مشغلہ نہ سمجھا۔ تعلیم دین کے لیے بڑے خوش کن اور خوش آئند اصول مرتب کئے لیکن اعمال صالح پیدا کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی اس کوتاہی کا سب مرتکب ہیں اور اسی وجہ سے بداعمالی کے عذابوں میں مبتلا ہیں ہم نے اپنے نصاب تعلیم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول شامل کر لیے لیکن اس کے تربیتی اور عملی پہلو کا یہ حال کہ کوئی برا کام کر رہا ہو تو کسی کو جرأت نہیں کہ اسے روکے۔ وہ کیا تعلیم تھی جس نے ایسے کردار پیدا کیے جو خلیفۂ وقت سے باز پرس کر سکتے تھے اور کہہ سکتے تھے کہ پہلے بتاؤ یہ قمیض کیسے بنا۔ پھر آپ کی بات سنیں گے آج ہم میں یہ طاقت بھی نہیں کہ اپنے پڑوسی کے بچے کو برے اعمال سے روک سکیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بہ کجا

یہ تربیت دین کی طرف عدم توجہی کا نتیجہ ہے کہ اخلاقی اور مذہبی پابندیاں ڈھیلی پڑتی جا رہی ہیں۔ اکثر لوگ اس بات کے قائل ہوتے جا رہے ہیں کہ اپنے کام سے

عازمین حج کیلئے ہدایات

یکم جولائی سے درخواستیں طلب کر لی گئیں

زرمبادلہ کے کوٹے میں اضافے، خشکی کے راستے حج کی درخواستوں کی تفصیلات

وزارت حج و اوقاف نے عازمین حج سے یکم جولائی سے درخواستیں طلب کر لی ہیں ایک اعلامیہ کے مطابق مجوزہ فارم نیشنل بنک آف پاکستان، حبیب بنک، یونائیٹڈ بنک اور مسلم کمرشل بنک کی تمام شاخوں سے یہ فارم دستیاب ہوں گے۔ عازمین حج ان درخواستوں کو پر کر کے ترجیحی طور پر اسی بنک میں جمع کریں جہاں سے انہوں نے فارم حاصل کیا ہے چونکہ ان بنکوں کی شاخوں کا ایک وسیع جال پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے اس لیے توقع ہے کہ عازمین حج کو ان بنکوں سے فارموں کے حصول میں دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ فارم پُر کرنے سے قبل عازمین حج کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ ان پر طبع شدہ ہدایات احتیاط سے پڑھیں اور ان کی پابندی کریں اس فارم کا اردو میں طبع شدہ حصہ عازمین حج کے پُر کرنے کے لیے اور انگریزی میں طبع شدہ حصہ بنکوں کے پُر کرنے کے لیے ہے بنکوں سے ہدایت کی گئی ہے کہ درخواستوں کے فارم مکمل کرنے میں وہ عازمین حج کی ہر ممکن مدد کریں۔ درخواستوں کے ساتھ مندرجہ ذیل رقوم جمع کرائی جائے گی۔ سمندری راستہ سے عرشہ کے لیے ۳ ہزار ۱۸۴ روپے، سمندری راستے سے درجہ دوم کے لیے ۴ ہزار ۶۶۳ روپے، سمندری راستے سے درجہ اوّل کے لیے پانچ ہزار ۵۵۲ روپے، خشکی کے راستے سے ۳ ہزار ۱۷۷ روپے فضائی راستے سے ۶ ہزار ۷۴۰ روپے، امسال زرمبادلہ کا کوٹہ بڑھا دیا گیا ہے۔ سمندری راستے سے سفر کرنے والے تمام درجوں کے عازمین حج کو ۲۴۰ ڈالر اور خشکی کے راستے کے لیے ۱۵۰ ڈالر اور طیارے کے ذریعے ۳۵۰ ڈالر۔ واضح رہے کہ زرمبادلہ کا ذاتی کوٹہ اس میں شامل ہے۔ خشکی کے راستے سفر کے خواہشمند عازمین حج کو ویزا کے درخواست فارموں کا ایک سیٹ بھی پُر کرنا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی انہیں ہر پہلو سے اسے مکمل کر کے دینا ہوگا اس کے ساتھ تصاویر کی ضروری تعداد جہاں فارموں پر ضرورت ہو چسپاں کر کے اور باقی علیحدہ لفافے میں بند کر کے دینا ہوگا کیونکہ تصاویر کے بغیر ویزا حاصل کرنا ممکن نہیں۔ حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ جو لوگ پہلے حج کر چکے ہیں وہ صرف فضائی راستے سے سفر حج کر سکیں گے۔ سمندری راستے سے سفر کے خواہشمند عازمین حج کو اپنے حلف نامے میں یہ بھی تحریر کرنا ہوگا کہ وہ نہیں کوئی دوسرا متبادل راستہ منظور ہے —

حج کی درخواستیں — اطلاعات و نشریات اور حج و اوقاف کے وزیر مولانا کوثر نیازی نے ایوان کو بتایا۔ کہ آئندہ حاجیوں کی مشکلات کو کم کرنے کے لیے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ حاجیوں کی درخواستوں کے بارے میں پورا کام کمپیوٹر کرے۔ وزیر اطلاعات ایک تحریک التوا کی مخالفت کر رہے تھے۔ ایوان نے یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ صرف اٹھارہ ممبر اس کی حمایت میں کھڑے ہوئے مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ بنکوں سے کہا گیا تھا کہ وہ ان تمام لوگوں کو رقومات واپس کر دیں جو حج کے لیے نہیں جا سکے لیکن بہت سے بنکوں نے رقمیں واپس نہیں کیں انہوں نے وارننگ کو بھی نظر انداز کر دیا اور بعض بنکوں میں بڑی بڑی رقمیں ابھی تک پڑی ہیں اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ صرف وہ بنک درخواستیں وصول کریں گے جن کے پاس کمپیوٹر ہیں اور جن کی کم از کم دو ہزار شاخیں ہیں انہوں نے کہا کہ حکومت حاجیوں کی مشکلات کو کم کرنا چاہتی ہے جو حاجیوں کے لیے درخواستیں بنکوں کے ذریعے وصول کرے گی۔ گزشتہ سال ایک لاکھ درخواستیں بنکوں کے ذریعے موصول ہوئی تھیں جن کی وجہ سے حج آفس اور بنکوں میں کام کا بہت زور ہو گیا تھا۔

روزنامہ جنگ کراچی۔ یکم جولائی ۱۹۷۳ء

مکتوب راولپنڈی

عزیز الرحمٰن ہزاروی، راولپنڈی

پریس گیلری اسمبلی ہال سے!

○ علماءِ حق قومی اسمبلی میں ○ علماءِ حق اور اخبارات

○ علماءِ حق اور اسلام پسند ○ مسلمانانِ پاکستان سے اپیل

● قومی اسمبلی پاکستان کی رنگ برنگی خوب صورت عمارت میں داخل ہوتے ہی گیلری کی دائیں جانب اسمبلی ہال میں چند ایسے بزرگ دکھائی دیتے ہیں جو مسنون عمامے، شرعی لباس زیب تن کیے نہایت متانت اور سنجیدگی سے اپنی نشستوں پر تشریف فرما قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ سرورِ کونین خاتم النبیین حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد گرامی "اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ" مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نورِ الٰہی سے دیکھتا ہے — یہ حضرات اپنی مثال آپ ہیں اور ان کی فراست مسلمہ ہے۔ حجۃ اللہ فی ارض اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی، قاسم العلوم مولانا محمد قاسم بانی دیوبند، مجاہد کبیر مولانا محمود الحسنؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ، خطیب زماں مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر مسلمان ملت کے جانشین یہ سات بزرگ یکے بعد دیگرے ایک ہی صف میں جلوہ افروز ہوتے ہیں — ان میں نشست اول پر دنیائے اسلام کے عظیم مفکر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ ہیں۔ جو کہ بیک وقت شیخ الحدیث، فقیہہ العصر، مفتی اعظم عشرہ قراۃ کے ماہر قاری، میدانِ سیاست کے شہسوار ہیں۔ برسراقتدار آئے تو شراب پر پابندی عائد کی اور اس کے بعد صوبائی اختیارات کے اندر سود کی ممانعت کی، قماربازی اور جہیز کی بندش، کالج کے داخلہ کے لیے ناظرہ قرآن، نماز با ترجمہ کی شرط، سرحد میں موجودہ قوانین کو اسلامی بنانے کے لیے بلند پایہ علماء کرام اور ماہرین قانون کے بورڈ کا تقرر، سرکاری اوقات میں قومی لباس شلوار قمیص کا حکم ——— اور اس طرح کے کئی دوسرے اقدامات و کارنامے آپ کی عظمت اور بلندیٔ شان کے لیے بطور دلیل کافی ہیں۔

مفتی اعظم کے بعد والی نشست پر ایک سفید ریش درویش ۶۷ سالہ مجاہد اسلام دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ہستی عالم اسلام کی مشہور و معروف شخصیت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ہیں جو اخلاص و للّٰہیت کے پیکر ہیں۔ جن کو ربِ ذوالمنن نے اسلامی جلال سے نوازا ہے۔ جنہوں نے اپنی عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ دینِ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے گزارا۔ مرزائیت ہو یا مودودیت، رفض و سبائیت ہو یا الحاد و دہریت ہو، سامراجی ہتھکنڈے ہوں یا فرنگی سیاست ہر جگہ اسلام کا یہ بہادر سپاہی ان تمام فتنوں کے لیے آسمانی بجلی اور طوفانِ نوح ثابت ہوئے۔ باوجود کمالاتِ جمیلہ کے سادگی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ جوشِ عمل میں آپ سے بڑھ کر کوئی نظر نہیں آتا۔ آپ کی محنت اور تنظیمی صلاحیتوں نے نہ صرف جمعیت کو ملکی سطح پر مضبوط و فعال بنایا بلکہ پوری دنیا میں متعارف کرایا۔ عالمی سیاست میں آپ کی خداداد بصیرت مسلمہ ہے۔ آپ کی درویشانہ اور بے داغ سیاسی زندگی کا دشمنوں کو بھی اقرار ہے۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اور مایۂ ناز علماء کرام میں سے ایک ہیں۔

نشست ۳ پر راولپنڈی کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ آپ جمعیۃ کے ان سات ممبروں میں بلحاظ عمر چھوٹے ہیں اور نو وارد اسمبلی میں بھی — مگر اسمبلی میں آپ کی تقاریر اور کارروائی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ماہر پارلیمنٹیرین ہیں۔ یہ سب کچھ آپ کی ذہانت اور سیاسی بصیرت کا نتیجہ ہے۔ آپ اسمبلی میں آسانی سے نہیں آئے بلکہ تحصیل بٹگرام ضلع ہزارہ کے غریب عوام کو ظلم کی چکی میں صدیوں سے پیسنے والے خوانین کو اپنے محنتی کارکنوں کی شبانہ روز محنتوں اور غریب عوام کی بھرپور مدد سے شکست فاش دے کر اس مقام پر پہنچے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اکثر بیانات میں علاقہ کے غریب عوام کا ذکر ضرور ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کی مساعی جمیلہ سے علاقے کے عوام جن کو خوانین چھوٹے لوگ ڈمے قوم کہتے تھے خانوں کی غلامی سے آزاد ہو کر آزادانہ گامزن ہو گئے ہیں۔

ان کے بعد والی نشست پر عجز و انکساری سے بھرپور علم و عمل کا خزینہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ رشید اور پاکستان کی سب سے بڑی دینی درسگاہ ثانی دیوبند دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم میرے مکرم استاذ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ رونق افروز ہوتے ہیں۔ اسمبلی میں جب آپ تقریر فرماتے ہیں تو ممبران بہت متاثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی تقریر کا ایک ایک لفظ علم و دانش سے بھرپور ہوتا ہے۔

جس وقت اسمبلی میں گپ شپ اور فضول بحث شروع ہوتی ہے تو آپ کا نورانی چہرہ مرجھا جاتا ہے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ برخوردار! ہم سب قوم سے اسلامی آئین کا وعدہ کر کے آئے ہیں اور یہاں قیمتی وقت کو ضائع ہوتے دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے بلند اخلاق، سادگی، علم حدیث میں مہارت تامہ، اخلاق و للّٰہیت کی وجہ سے گنے چنے علماء کرام میں شمار ہوتے ہیں۔

شیخ مکرم کے بعد قریب ہی نشست پر غیور قوم کی نشانی سادہ لباس زیب تن کیے ہوئے جلالی شان میں اپنی جگہ تشریف رکھنے والے بزرگ ستودہ صفات حضرت مولانا صدرالشہید کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ آپ نہ صرف ایک بہترین مدرس ہیں بلکہ شعلہ نوا خطیب بھی ہیں۔ بنوں صوبہ سرحد کی مشہور اسلامی درسگاہ مدرسہ معراج العلوم کے مہتمم بھی ہیں۔ جسم میں پتلے دبلے مگر آپ کی شجاعت سے سرحد کا بچہ بچہ واقف ہے ان کی بہترین قیادت نے بنوں میں جمعیت کو پروان چڑھایا۔

ان کے قریب نشست ۶ پر ایک درویش صفت انسان جنہوں نے بھاری اکثریت سے قیوم لیگ کے مسٹر یوسف خٹک کو شکست دی تھی۔ ان کی سادگی ضرب المثل ہے۔ الیکشن میں انہوں نے سائیکل سے کاروں کا مقابلہ کیا تھا۔ یہ بزرگ کوہاٹ کے مایۂ ناز عالم دین حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہ ہیں۔ نو وارد سیاست ہوتے ہوئے بھی بہت جلد سیاسی بصیرت کے مالک ہو گئے ہیں۔ بہترین مدرس ہونے کی وجہ سے علمی دنیا میں آپ کی شان بہت بلند ہے۔

آخری نشست پر ایک ضعیف العمر کمزور بدن مگر روحانی صحت مند عالم باعمل بلوچستان صوبہ کے عظیم محدث اور علامہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ہوتے ہیں۔ ان کی سادگی مذکورہ بزرگوں سے بڑھ کر ہے۔ ناواقف آدمی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ ایم۔ این۔ اے ہیں۔ آپ

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

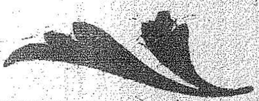
قومی اسمبلی میں سود کے مسئلہ پر بحث

اسلام آباد ۲۹ر جون (اپ پ / پ پ ا) آج قومی اسمبلی نے ایک غیر سرکاری قرارداد مسترد کر دی جس میں حکومت سے سفارش کی گئی تھی کہ پیسے کے لین دین میں سود کا سسٹم ختم کر دیا جائے۔ قرارداد پر ووٹنگ کے وقت بڑے ہنگامہ خیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ وزیر صحت اور حکمران پیپلز پارٹی کے ڈپٹی لیڈر شیخ محمد رشید کی میر علی تالپور (پیپلز پارٹی) اور اپوزیشن کے ممبروں کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں۔ یہ قرارداد جمعیۃ علماء اسلام کے مولانا عبدالحق نے پیش کی تھی۔ اس پر پرائیویٹ ممبروں کے گذشتہ دن غور کیا گیا تھا۔ آج جب اس پر دوبارہ بحث شروع ہوئی تو ایوان کے دونوں طرف کے ممبروں نے اس میں حصہ لیا لیکن اصول پر کوئی اختلاف رائے نہیں کیا گیا۔ دونوں طرف کے ممبروں نے کہا کہ سود خوری اسلام میں ممنوع ہے۔ البتہ حکومتی پارٹی کے ممبروں نے کہا۔ کہ چونکہ پورے اقتصادی نظام کی اساس سود کے اصولوں پر ہے اور اس میں تبدیلی ایک دم نہیں لائی جا سکتی۔ انہوں نے یہ بھی کہا سود بغیر محنت کی آمدنی یا استحصال کی ایک شکل ہے اس کی دوسری شکلیں بھی ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی استحصال کو ہر شکل میں ختم کرنا چاہتی ہے۔ اور اکا دکا اقدامات سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا —— مولانا مصطفیٰ الازہری نے قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج معاشرے میں جو برائیاں پائی جاتی ہیں ان کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اسلام کے اصولوں سے ہٹ گئے ہیں انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہماری روزمرہ کی زندگی میں خالص اسلام نافذ کیا جائے۔ مولانا نے کہا کہ اسلام کا اپنا اقتصادی نظام ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام شعبوں میں مغرب سے رہنمائی حاصل کریں۔ مسٹر محمود اعظم فاروقی نے کہا کہ ہم شکایت کر رہے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک پاکستان کو ملنے والے قرضوں پر بہت سود لیتے ہیں۔ اور اسمبلی کے سامنے یہ کہا گیا ہے کہ ہم بلاسودی قرضے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان حالات میں یہ بات حیرت انگیز ہے کہ حکومت صوبوں کو دیے جانے والے قرضوں پر سود وصول کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنکوں کو سود ادا کیے بغیر ملک کے اندر کوئی لین دین نہیں ہو سکتا حاجی جو رقم جمع کراتے ہیں بنک ان پر بھی سود کماتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مغربی ممالک کے ماہرین معاشیات اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سود کی وجہ سے بڑے اقتصادی مسائل پیدا ہوئے ہیں لہٰذا اس لعنت کو ختم کرنا مذہبی اور اقتصادی ہر لحاظ سے مفید ہوگا۔ پیپلز پارٹی کے مسٹر مختار احمد نے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی سوشلسٹ معاشرت کو لانے کی پابند ہے اور سوشلسٹ ممالک میں سود کی لعنت ختم ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی طرف سے مزید اصلاحات نافذ ہونے سے بنکاری میں سود کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے مولانا محمد علی نے کہا کہ پاکستان اسلام کی عظمت کے لیے قائم کیا گیا تھا لہٰذا ایسے تمام رواج اور طریقے ختم کر دیے جائیں جو اسلام کی تعلیمات کے منافی ہیں انہوں نے کہا کہ اسلام سرمایہ داری کا ہر شکل میں مخالف ہے اور سود کا اقتصادی نظام سرمایہ داری کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔ مولانا نعمت اللہ مولانا عبدالحکیم اور مسٹر کرم بخش اعوان نے بھی قرارداد کی حمایت کی۔ مسٹر حسن علی منگی (پیپلز پارٹی) نے کہا کہ سود کے مسئلہ کا واحد حل سوشلزم ہے۔ وزیر صحت نے بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ پیپلز پارٹی پورے معاشی نظام کو یکسر بدل دینا چاہتی ہے۔ انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اگر حدیث نبوی پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو مزدور کی تمام فاضل دولت جو سرمایہ دار کی جیب میں چلی جاتی ہے۔ حرام ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ سود بغیر محنت کی آمدنی کی ایک شکل ہے دوسری شکلیں پیداوار کا وہ حصہ ہیں جو زمیندار کسانوں سے بٹاتے ہیں۔ لگان اور کرایہ کی وصولی اور ایسی ہی دوسری آمدنی ایسی مد میں آتی ہے۔ انہوں نے حزب اختلاف کے علماء پر الزام لگایا کہ وہ ایک قرارداد کو پراپیگنڈے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں وہ خود کو اسلامی نظام کا علمبردار ظاہر کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کا اصل موقف اس وقت بے نقاب ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے مستقل آئین کی دفعہ ۲۵-الف کی مخالفت کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اسلامی سوشلزم اور مساوات محمدی پاکستان کی معیشت کی اساس ہوگی جب وزیر صحت نے یہ الزام لگایا تو اپوزیشن کی بنچوں میں کافی شور ہوا۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ ۲ر اپریل کو پریذیڈنسی میں جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں خود حکومت نے یہ دفعہ واپس لی تھی لیکن وزیر صحت نے اصرار کیا کہ اپوزیشن نے اس دفعہ کو واپس لینے کا مطالبہ کیا تھا اور میں نے اس مطالبہ پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ شیخ رشید نے کہا کہ اسلام استحصال کا ہر شکل میں مخالف ہے۔ انہوں نے اپوزیشن سے اپیل کی کہ وہ سرمایہ داری اور جاگیرداری کو ختم کرنے میں حکومت کے ساتھ تعاون کرے۔ شیخ رشید نے طنزاً کہا۔ کہ اپوزیشن کے کچھ علماء نے غلاموں کے رواج تک کو برقرار رکھنے کا جواز پیش کیا۔ کیا یہ استحصال نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ سود کی سوشلسٹ ممالک میں بھی اجازت نہیں ہے اس مرحلے پر حزب اختلاف نے اس کی تردید کی کہ وہ سرمایہ داری کے حامی ہیں۔ انہوں نے ایک آواز ہو کر کہا کہ اگر حکومت ہر چیز کو قومی تحویل میں لینے کا فیصلہ کرے تو ہم اس کا ساتھ دیں گے۔ اپوزیشن کے بنچوں سے یہ بھی کہتے سنا گیا کہ بنکوں کو قومی تحویل میں کیوں نہیں لیا گیا۔

بقیہ: مکتوب راولپنڈی

نہایت پابندی سے کارروائی میں شریک ہوتے ہیں۔ علم معقول و منقول میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ تقوٰے اور زہد میں بھی کامل ہیں بالفاظ دیگر ولی اللہ ہیں۔

● ملکی اخبارات جان بوجھ کر اکابرین جمعیت کی تقاریر کو شائع نہیں کرتے یا اگر کرتے ہیں تو نہ ہونے کے برابر۔ علماء حق کے اسمبلی کے کارنامے خصوصاً آئین اسلامی کے نفاذ کے لیے بھرپور جدوجہد، مسلمان کی تعریف اور اس طرح مرزائیت کو غیر مسلم قرار دینا، بے حیائی اور شراب کی بندش، جمعۃ المبارک کی عام تعطیل، انگریزی کی جگہ اردو زبان کو رائج کرنے کا مطالبہ اور شیعہ نصاب کی علیحدگی کے خلاف ۹۵ فیصدی مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے بار بار کی تحریکات التواء اور تقاریر کو ان اخبارات نے صحیح طور پر شائع ہی نہیں کیا۔ آخر آزادی صحافت کے علمبردار جھوٹ، بہتان، الزام تراشی اور قوم کے اخلاق بگاڑنے کے لیے ننگے فوٹو شائع کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ علماء حق اور پاکستان کی سب سے بڑی دینی سیاسی دو صوبوں میں حکمران جماعت کے اکابرین کی تقاریر کو شائع نہیں کرتے مگر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین صرف سیاسی لیڈر ہی نہیں بلکہ اولیاء اللہ بھی ہیں۔ ان کو خدائے پاک کی تائید حاصل ہے خالق کائنات کی نصرت ان کے شامل حال ہے جس کا بھرپور مظاہرہ انتخابات میں ہو چکا ہے۔



بقیہ : مجلسِ ذکر

دھرے کے دھرے رہ جائیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی دنیا میں بھیجا تھا اور انہیں زندگی کی تمام ضروریات فراہم کیں، سوچنے اور غور کرنے کے لیے دل و دماغ دیا۔ دین کا صحیح راستہ بتانے کے لیے اپنے نیک بندوں کو بھیجا۔ اس کا فریضہ تھا کہ وہ ان نیک لوگوں اور دین سکھانے والوں سے رہنمائی حاصل کرتا اور جہالت و گمراہی کے بجائے علم و معرفتِ دین اور اتباعِ احکام خداوندی کی زندگی اختیار کرتا لیکن اس نے اللہ کی نعمتوں کی قدر نہ کی، صلاحیتوں کو اوباشی اور معصیت کے کاموں میں صرف کر کے اپنے رب کی ناراضگی سے دامن بھر لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم ایسے شخص کو قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھائیں گے دنیا میں بھی اسے مال و دولت ہونے کے باوجود چین نصیب نہیں ہوگا۔ زندگی اضطراب، پریشانی بے اطمینانی میں ہی گزرے گی۔ قیامت کے روز کہے گا۔ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ دنیا میں میں بینا تھا، میرے پاس آنکھیں تھیں۔ جواب ملے گا کہ دنیا میں ایسا ہی ہوا تھا کہ تیرے پاس ہماری نشانیاں اور آیات پہنچی تھیں۔ فہم و بصیرت ہونے کے باوجود تو نے انہیں بھلا دیا۔ یعنی ان سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ انہیں دیکھ کر بھی اللہ کو یاد نہ کیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۔ اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا گیا۔

یعنی رحمت خداوندی اس کی طرف متوجہ ہی نہ ہوگی اور عذاب جہنم میں گرفتار رہے گا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

"یعنی آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائے گا اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ کسی حجت کی طرف رستہ نہ پائے گا یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ تاکہ دوزخ وغیرہ احوال محشر کا معائنہ کرے جو کافر دنیا میں ظاہری آنکھیں رکھتا تھا تعجب سے سوال کرے گا کہ آخر مجھ سے کیا قصور ہوا جو آنکھیں چھین لی گئیں۔ (جواب میں فرمایا جائے گا کہ) دنیا میں ہماری آیات دیکھ سن کر یقین نہ لایا۔ نہ ان پر عمل کیا۔ ایسا بھولا رہا کہ گویا اَن سنی کر دی۔ آج اسی طرح تجھ کو بھلایا جا رہا ہے جیسا وہاں اندھا بنا رہا تھا یہاں اسی کے مناسب سزا ملنے اور اندھا کر کے اٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے۔"

یہ ہے کافر کی زندگی اور اس کا انجام جو سراسر ناکامی و نامرادی ہے۔ جس خوشی کے بعد رنج و افسوس کا آنا لازمی قرار پایا ہو اسے خوشی نہیں کہا جا سکتا اور اس پر خوش ہونا حماقت ہے اور جس کامیابی اور عزت و وقار کے بعد ناکامی، خسران اور ذلت و رسوائی کے عذاب کی خبر سنائی گئی ہو، اس کے نشے میں غرق ہو جانا اور اترانا پھرنا صریح بے وقوفی اور کھلا پاگل پن ہے ایسے لوگوں کی عقل اور نصیب پر جتنے آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔

قرآن کریم نے منکرین صداقت کی جس غفلت شعاری اور خدا فراموشی کا تذکرہ کر کے آخرت کے عذاب الیم سے انہیں خبردار کیا ہے مسلمان کہلانے والوں کو بھی اپنے کردار و عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ غفلت اور اعراض عن الحق کا مہلک مرض ان کی زندگیوں میں بھی سرایت نہ کر گیا ہو اور ان کی موجودہ تنگیوں، ناکامیوں، ذلتوں، رسوائیوں، بربادیوں اور باہمی سر پھٹول و انتشار کا باعث یہی ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کا کلمہ پڑھنے کے باوجود ان ناپسندیدہ اعمال کے مرتکب ہو رہے ہوں جن کا کرنا الہ العالمین کے غصہ اور ناراضگی کو دعوت دیتا ہو اور ان کے کرنے والوں کے متعلق خواہ وہ کتنے ہی صاحب مرتبہ کیوں نہ ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلَيْسَ مِنَّا کا اعلان فرما دیا ہو کہ ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

بلاشبہ آج ملتِ اسلامیہ کی اجتماعی رسوائی، دشمنوں کے مقابلہ میں شکست اور سب کچھ پاس ہونے کے باوجود بے چینی اور بے اطمینانی کی اصل وجہ اللہ کی یاد سے غفلت، اللہ سے نہ مانگنا، مادی وسائل پر بھروسہ کر لینا اور احکام خداوندی کو نظر انداز کر دینا ہے۔ جب پریشانی اور بربادی کا راستہ ہم نے خود اختیار کر لیا ہو تو کامیابی اور اعتماد و اطمینان کی نعمت ہمیں کیسے میسر آ سکتی ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، منکرات سے اجتناب کرتے، نیکی پر عمل کرتے اور سچائی کا پرچار کرتے ہیں جن اکابر نے ہمیں اس راستے پر لگایا اور دین سکھایا اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے تمام بزرگانِ دین اور مومنین کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازے اور ان کے نیک اعمال کی پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

بقیہ : اکابرِ دیوبند

یوں فرماتے ہیں ؎

بحق آنکہ او جانِ جہاں است — فدائے روضہ اش ہفت آسمان است

بحق آنکہ محبوبش گرفتی — برائے خویش مطلوبش گرفتی

پسندیدی ز جملہ عالم آں را — ہمائے گنبد اشتی باقی جہاں را

گزیدی از ہمہ گلہا تو او را — نمودی صرف او ہر رنگ و بو را

ہمہ نعمت بنام او نمودی — دو عالم را بکام او نمودی

بآں کو رحمۃ للعالمین است — بدرگاہت شفیع المذنبین است

بحق سرورِ عالم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) — بحق برترِ عالم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

بذات پاک خود کاں اصل ہستی است — ازو قائم بلندیہا و پستی است

ثنائے او نہ مقدور جہاں است — کہ گنجش برتر از کون و مکاں است

خاتمے پر اللہ تعالیٰ سے دعا اس انداز میں کر رہے ہیں:

دردم را بعشق خویشتن سوز — بہ تیر دوز خود جان و دلم دوز

دلم را محو یاد خویش گرداں — مرا حب مراد خویش گرداں

اگر نا ناظم قدرت تو داری — کہ خار غیب از جانم برآری

بخوبی زشت را مبدل نمائی — سیاہی را بہ بخشی روشنائی

گناہم را اگر دیدی بگر ہم — لیعفو و فضل خود اے شاہ عالم

بچشم لطف اے حکم تو بر سر — بحال قاسم بے چارہ بنگر

انگریز کے خلاف جہاد ۱۸۵۷ء میں دیگر اکابر کی طرح حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حافظ محمد ضامن صاحب شہید جو ۱۸۵۷ء میں شاملی کے مقام پر شہید ہوئے، حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بھی بنفسِ نفیس خود شاملی وغیرہ میں شامل تھے اور زخمی بھی ہوئے تھے اور تذکرۃ الرشید کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ جب ظالم انگریز کی طرف سے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے اور گرفتار کنندگان کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تھا، اس لیے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تک و دو میں پھرتے تھے تو چونکہ حضرت نانوتویؒ کو کمال شجاعت، استقلال اور ہمت قلب عطا فرمائی تھی اس لیے وہ ہر قسم کے نتیجہ سے بے نیاز ہو کر کھلے بندوں پھرتے تھے۔ مگر اعزا اور اقارب اور ہمدردوں کی طرف سے جب شدید اور بلیغ اصرار ہوا کہ حضرت وقت کی نزاکت کے پیش نظر ضرور روپوش ہو جائیں تو ان کے اصرار کی وجہ سے تین دن روپوش رہے اور تیسرے دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلے بندوں چلنے پھرنے لگے لوگوں نے بہت روپوشی کے لیے عرض کیا تو فرمایا تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت

قسط نمبر (۲)

طبی معلومات

ہلیلہ اور آملہ کے فوائد

استاذ الحکماء حکیم آزاد شیرازی (سابق پرنسپل طبیہ کالج) لاہور

ترپھلا کے سلسلہ میں سابقہ مضمون میں آپ ہلیلہ کے فوائد سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ اب ترپھلا کے دوسرے پھل یعنی ہلیلہ یا بہیڑہ کے بارے میں کچھ عرض کر رہا ہوں بہیڑہ کو ہندی میں بہیڑہ، فارسی میں ہلیلہ اور عربی میں بلیلج کہتے ہیں۔

ہلیلہ کا درخت اسی فٹ سے سو فٹ تک بلند ہوتا ہے اور پہاڑوں اور جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔ تنا لمبا اور سیدھا اور گولائی میں چھ فٹ سے بیس فٹ تک محیط کا ہوتا ہے پتے شروع میں تانبے کے رنگ کے ہوتے ہیں جو ماگھ پھاگن میں گر جاتے ہیں اور چیت میں نئے نکل آتے ہیں۔ پھول پیلے سفید یا سبزی مائل تیز بُودار اور گچھوں کے گچھے لگتے ہیں۔ پھل چھوٹے کاغذی لیموں کے مانند گول ہوتے ہیں۔

آیورویدک روایتوں کے مطابق یہ پھل جادو گروں کے استعمال میں بھی آتا ہے اسی سبب سے اس کا نام بھوتاداس بھی ہے یعنی بھوتوں کی رہائش گاہ۔

یونانی مخزن المفردات کے مطابق اس کا مزاج سرد بدرجہ اوّل اور خشک بدرجہ دوم ہے اور یہ معدہ، دماغ اور آنکھوں کو طاقت دیتا ہے۔ مقدار خوراک پانچ ماشہ سے سات ماشہ تک ہے۔

اس کا مفرد استعمال مندرجہ ذیل خواص کا حامل ہے۔

(۱) بہیڑے کی گٹھلی کا مغز پیاس دور کرتا ہے۔ اور قے کو روکتا ہے۔

(۲) بہیڑے کی گٹھلی کا مغز کوٹ کر ایک ایک رتی کی گولیاں بنائیں اور منہ میں رکھ کر چوسیں تو موسمی کھانسی کو دور کرتا ہے۔

(۳) بہیڑے کی گٹھلی کا مغز پیس کر لیپ کرنے سے صفراوی ورم تحلیل ہو جاتا ہے۔

(۴) بہیڑے کو پیس کر لیپ کرنے سے آنکھ کا ورم دور ہو جاتا ہے۔

(۵) بہیڑے کا خام پھل مسہل اور پختہ پھل قابض ہوتا ہے۔

(۶) بہیڑے کی گٹھلی کے مغز کا تیل بالوں کے لیے مفید ہے

(۷) بہیڑے کے پتوں کا سفوف ضعف ہضم کو دور کرتا ہے۔

آملہ

مخزن المفردات حکیم کبیر الدین کے مطابق آملہ ایک مشہور پھل ہے اس کا خشک شدہ گٹھلی نکالا ہوا پوست "آملہ منقّی" کے نام سے مستعمل ہے۔ دودھ میں بھگو کر خشک کیے ہوئے آملہ کو "شیر آملہ" کہتے ہیں۔ اس کا مزاج بھی سرد، درجہ اوّل اور خشک درجہ دوم ہے۔

آملہ مقوی اعضائے رئیسہ، مقوی معدہ، مقوی چشم مقوی شعر ہے، ذہن اور حافظہ اور قوت بصر کو طاقت بخشتا ہے، خفقان، ضعف قلب اور ضعفِ معدہ وجگر کو دور کرنے کے لیے آملہ بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ صفرا اور خون کے جوش کو تسکین دینے، پیاس کو زائل کرنے اور دستوں کو روکنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے بالوں کو طاقت دینے اور ان کی سیاہی کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے جوشاندہ سے بالوں کو دھویا جاتا ہے۔ آملہ کا مربّہ بھی ضعفِ قلب، خفقان، ضعف دماغ اور ضعفِ معدہ اور جگر میں استعمال ہوتا ہے۔ جوارش آملہ اس کا مشہور مرکب ہے جو معدہ کو طاقت دینے، دستوں کو روکنے، اختلاج قلب اور تبخیر کو دور کرتا ہے اس کی مقدار خوراک ۳ ماشہ سے پانچ ماشہ تک ہے۔

آیورویدک کتابوں کے مطابق آملہ کا درخت تیس فٹ سے چالیس فٹ تک بلند اور جنگلی و باغی دونوں طرح کا پایا جاتا ہے۔ باغی کی بلندی جنگلی سے زیادہ ہوتی ہے تنے کی گولائی تین سے نو فٹ تک پائی گئی ہے۔ چھال بھوری اور پتلی، املی کے پتوں کے مانند مگر ان سے کچھ بڑے ہوتے ہیں۔ یہ ماگھ پھاگن میں گر کر پھر نئے نکل آتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے زرد رنگ کے پھاگن سے بیساکھ تک پھول لگتے اور اسوج سے ماگھ تک پھل لگتے ہیں۔ کچا پھل سبزی مائل اور پختہ زردی مائل ہوتا ہے۔

یہ پھل گول اور خربوزے کی مانند پھانک رکھتے ہیں اندر سہ پہلو سخت گٹھلی ہوتی ہے جس میں چھ بیج ہوتے ہیں۔ بنارس کے آملے سب سے بڑے ہوتے ہیں اور بہت شہرت رکھتے ہیں۔ ان پر چھ لکیریں ہوتی ہیں اور اندر شش پہلو سخت گٹھلی ہوتی ہے۔

آملہ کا مفرد استعمال مندرجہ ذیل فوائد کا حامل ہوتا ہے۔

(۱) تازہ آملوں کے رس میں شہد ملا کر پینے سے پیشاب بکثرت آتا ہے۔

(۲) خشک آملوں کا سفوف بواسیر کے خون کو بند کرتا ہے۔

(۳) خشک آملوں کے سفوف میں کشتہ فولاد ملا کر کھانا بھوک، یرقان اور ضعفِ ہضم کو دور کرتا ہے۔

(۴) آملوں کو کوٹ کر پیڑو پر لیپ کرنے سے مثانے کا درد دور ہو جاتا ہے۔

(۵) آملوں کا عرق یرقان اور ضعف ہضم کو دور کرتا ہے۔

(۶) آملے کے درخت کی چھال کا سفوف دستوں کو دور کرتا ہے۔

(۷) آملہ کے خیساندہ سے آنکھوں کا دھونا دردِ چشم میں مفید ہے۔

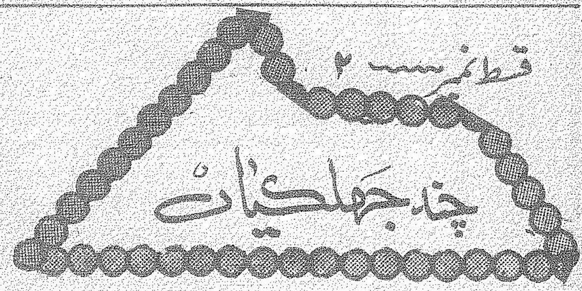
(۸) آملوں کو کوٹ چھان کر شکر ملا کر پینے سے پیشاب کے ساتھ خون آنا بند ہو جاتا ہے۔

(۹) آملے اور مصری کا سفوف پرانی خشک کھانسی کو تر کر دیتا ہے۔

(۱۰) آملے کے پانی سے بال دھو کر صاف کیے جا سکتے ہیں۔

(۱۱) آملہ کو پانی میں بھگو دیں نرم ہونے پر ٹکیہ بنا کر تالو پر باندھیں تو نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

(۱۲) آملوں کے سفوف کو آملہ کے رس میں اکیس بار بھگو کر خشک کرکے پھر سفوف بنا لیں تین ماشہ سے ایک تولہ تک یہ سفوف گھی سے چرب کرکے شہد ملا کر کھائیں اور دودھ پئیں۔ مسلسل چھ ماہ تک اس کا باقاعدہ استعمال بڑھاپے کو دور کرتا ہے۔ آئندہ قسط میں ترپھلے کے مختلف مرکبات



سیرتِ فاروقی

مساوات و مواخات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حریت، اخوت اور مساوات کا ایک عظیم مجسمہ تھے۔ جن کی مثالوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ ایک بدو کی بیوی کی دایہ کا کام امیر المومنین کی بیوی نے انجام دیا اور اس کے چولہے میں امیر المومنین آگ پھونکتے رہے۔ خدمت خلق کی اس سے بہترین مثال کون حکمران پیش کر سکتا ہے۔

قادسیہ کے قیصر روم کے قاصد کو سیدنا فاروق اعظمؓ مدینہ سے باہر ملے اور اس کے اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور حالات پوچھتے رہے۔ مدینہ پہنچ کر جب قاصد پر امیر المومنین کی شخصیت عیاں ہوئی تو ورطہ حیرت میں ڈوب کر پوچھنے لگا۔ کہ آپ نے مجھے پہلے ہی آگاہ کیوں نہ کیا کہ آپ ہی امیر المومنین ہیں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے جواب نے امارتوں، منصبوں، شخصیتوں، طبقوں اور نسلوں کی بڑائی کے بت کو پاش پاش کر کے زمین بوس کر دیا۔ فرمایا۔

"مسلمان سب برابر ہیں"

چنانچہ مورخ موئر اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۴۹ پر لکھتا ہے۔

"A people dividing amongst them the whole revenue on the basis of an equal brotherhood is spectacle without parallel in the world."

ترجمہ:۔ بھائی چارہ کی بنا پر خلافت کی تمام آمدنی کو آپس میں مساوی تقسیم کرنے والی اس قوم کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی ہے۔

یہ وہی سیدنا فاروق اعظمؓ ہیں جو ۶ نبوی میں اسلام لائے اور جنہوں نے ۱۳ھ ہجری تک ۱۰ سال رسالتمآبؐ کی وزارت کے فرائض انجام دیئے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بقول عبداللہ ابن مسعودؓ جب اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت ان بھیڑ بکریوں کی سی ہو گئی جو موسم سرما کی طوفانی برساتی رات میں گلہ بانی کے بغیر حیران و پریشان ہوں تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے ہی ملت کے بکھرے ہوئے گلے کو ہانکا، ایسے شخص کو مقرر کرایا جس کے مقدر میں بیڑے کو صحیح و سالم منزل پر پہنچانا لوح محفوظ میں ثبت ہو چکا تھا۔

دور صدیقیؓ میں بھی قلمدان وزارت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ہی رہا۔

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے بطور امیر المومنین جہانبانی جہانگیری کے وہ کارہائے نمایاں سر انجام دیئے کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اس انتہا کی ابتدا یہ تھی کہ سیدنا فاروق اعظمؓ ہی کی بدولت مسلمانوں نے مکان سے نکل کر کعبے کی مقدس سرزمین پر نماز ادا کی اور فردوسی جیسے متعصب شیعہ کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ

عمر کرد اسلام را آشکار
بیار است دیں را چو باغ و بہار

خصوصی دینی خدمات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اجتماعی زندگی کی اساس عقیدہ اور دین کو قرار دیا دینی امور میں اجتہاد کرنے میں خصوصی مقام رکھتے تھے ان کی رائے کو مسلمانوں نے اکثر بیشتر حجت تسلیم کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ پر اس حد تک اعتماد تھا کہ ایک بار آپ کی غیر موجودگی میں فرمایا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اسے مانتے ہیں حدیث نبوی کی صحت کا معیار سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی نے قائم کیا جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات منسوب کی تو کہا دو گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پشت پر میرا درہ ہوگا۔ یہ درہ معمولی درہ نہ تھا بقول مورخ عمر کا درہ دوسروں کی تلوار سے زیادہ ہیبت ناک تھا۔

توحید کو ہر میل سے پاک رکھنے کے لیے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت اس لیے کٹوا دیا کہ مسلمانوں نے اسے زیارت گاہ بنا لیا تھا۔

تراویح کی نماز با جماعت کو آپ نے رواج دیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے۔ عمر کا اسلام ہماری فتح، ان کی ہجرت ہماری کامیابی اور ان کی امارت ہماری کامیابی تھی جب تک عمر اسلام نہیں لائے تھے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش کو مجبور کر دیا کہ مسلمانوں کو کعبے میں نماز سے نہ روکیں۔

سیدنا صہیبؓ بن سنان فرماتے تھے جب عمر مسلمان ہوئے اسلام کھل کر سامنے آ گیا۔ اور اس کی دعوت اعلانیہ دی جانے لگی۔ ہم کعبے کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھے اور بیت اللہ کا اعلانیہ طواف کرتے زیادتی کرنے والوں سے بدلہ لیتے اور دریدہ دہنی کرنے والے کا منہ توڑ جواب دیتے۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے ہم نے ہمیشہ اطمینان بخش ہی بات سنی۔ (مشکوٰۃ ۳ ۵۴۴) نیز وہ فرماتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ عمر بن الخطاب کے سوا کسی مسلمان نے مکے سے ہجرت اعلانیہ کی ہو۔

نبی برحق نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری کیا ہے اور دل کو حق کی آماجگاہ بنایا ہے۔ رسول اللہ سیدنا عمرؓ کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے تاکہ ان کی اصابت رائے اور بصیرت سے مسلمانوں کے لیے استفادہ کیا جا سکے۔ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسا کیا۔

بقیہ:۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ

کے لیے حضرت شیخ الہندؒ کے کسی فیض و تربیت یافتہ کی ضرورت تھی۔ ہجرت کے وقت چونکہ مولانا سندھیؒ کے پیش نظر یہ تمام مصالح نہ تھے اور افغانستان میں انہیں اپنی جماعت کے کاموں کا اندازہ نہ تھا اس لیے وہ اس ہجرت کو دل سے پسند نہ کرتے تھے لیکن کابل پہنچ کر جب انہوں نے حالات کا مطالعہ کیا تو انہیں اپنی ہجرت اور اس کام کے لیے اپنے انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا۔

بقیہ:۔ تنقیدی جائزہ

سے کام رکھو۔ کوئی برا کرے یا بھلا۔ اس نظریے سے معاشرہ کی اخلاقی قدروں کو ڈھیلا کرتے کرتے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ برے لوگ با عزت ٹھہرتے ہیں اور نیک احمق شمار ہونے لگے ہیں ؎

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد

تعلیمی میدان میں اس کی ایک مثال پیش ہے ایک وقت تھا کہ امتحانات میں نقل لگانا عیب شمار ہوتا تھا۔ لیکن اب نقل نہ لگانے والے کو احمق کہتے ہیں۔ امسال ایک امتحان گاہ میں ایک نگران نے ایک طالب علم کو نقل لگاتے پکڑا اور اسے امتحان گاہ سے نکال دیا۔ وہ نگران باہر نکلا تو اس کی وہ پٹائی ہوئی کہ خدا پناہ۔ کیا اس طالب علم نے تعلیم دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے والے کی یہ گت کرنا ہی سیکھا تھا۔

تعلیم دین کے نصاب میں سیرت النبیؐ بھی شامل ہے ابتدائی پانچ سالوں میں مختصراً اسوہ حسنہ پڑھایا جاتا ہے لیکن کتنے فی صد طلبہ اس سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ نماز کی فرضیت کا احساس جماعت سوم میں کرایا جاتا ہے لیکن کتنے نمازی بنتے ہیں۔ ناظرہ قرآن نصاب میں شامل ہیں۔ لیکن ذرا ایک تحقیقی جائزہ لے کر دیکھو کہ میٹرک کر جانے کے بعد کتنے فی صد طلبہ قرآن پاک ناظرہ طور پر پڑھنے کے اہل بن جاتے ہیں یہ سب امور قابل توجہ ہیں اگر ہم واقعی اسلام چاہتے ہیں تو ہمیں تعلیم دین کے علمی اور تربیتی پہلو پر خصوصی توجہ دینی ہوگی ورنہ ہمیں خداوند تعالیٰ معاف کریں گے اور نہ ہماری آنے والی نسلیں۔

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا